علامہ نووی لکھتے ہیں: کہ دوستان خدا پر کبھی مصائب اور مشکلات کا ورود اس لیے ہوتا ہے کہ ان کے نفوس کی تہذیب ہو اور معصیت کا زنگ اتر جائے اور کبھی درجات کی بلندی کے لیے وہ ابتلاء کا شکار ہوتے ہیں۔

مصائب اور مشکلات کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا مستحب ہے، جامع ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ [1] — جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد چاہو تو اللہ سے مدد چاہو۔

بعض مسلمان انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے بھی استمداد اور استغاثہ کرتے ہیں، ہر چند کہ ان کی امداد کو غیر مستقل اور اذن الٰہی کے ساتھ مشروط سمجھنا اور اس عقیدے کے ساتھ ان سے مدد مانگنا شرک نہیں ہے۔ لیکن عبودیت کا تقاضا اور افضل اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر معاملہ میں اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ رابطہ رکھا جائے، اسی سے سوال کیا جائے، اسی سے دعا مانگی جائے اور اسی سے استعانت کی جائے۔ ہاں انبیاء علیہم السلام، بزرگانِ دین اور حضور سید المرسلین محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے وسیلہ سے دعا مانگنا اقرب الی الاجابت ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض لوگ نماز، روزہ اور دیگر فرائض ادا نہیں کرتے اور گیارھویں قضا نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات کے لیے یہی عمل کافی ہے۔ انصاف اور اعتدال کی راہ یہ ہے کہ ہر عمل کو اس کے درجہ میں رکھا جائے، پہلے فرائض اور واجبات ادا کریں، ممنوعات شرعیہ سے بچیں اس کے بعد استحسان اور استحباب کے درجہ میں بزرگانِ دین کی ارواح کو ایصال ثواب کریں۔

ہم نے بیان کیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے مدد طلب کرنا فی نفسہٖ جائز ہے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو دلائل کے ساتھ بیان کر دیا جائے، پہلے ہم وسیلہ کے موضوع پر دلائل شرعیہ بیان کریں گے اس کے بعد استمداد اور استعانت کے موضوع پر بحث کریں گے۔ فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

وسیلہ کا لغوی معنی

علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

ھی فی الاصل مایتوصل بہ الی الشئ ویتقرب بہ۔ [2] — جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اور اس شئے کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

الجوھری: الوسیلۃ مایتقرب بہ الی الغیر۔ [3] — امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔

علامہ زبیدی نے ابن اثیر اور علامہ جوہری کے حوالوں سے وسیلہ کی تعریف میں مذکور الصدر عبارات نقل کی ہیں۔ [4]

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۶۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] علامہ محمد بن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ موسسۃ مطبوعاتی ایران، ۱۳۶۴ھ

[3] سید جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۱ ص ۷۲۵-۷۲۴، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ، قم ایران، ۱۴۰۵ھ

[4] علامہ سید محمد مرتضےٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۸ ص ۱۵۴، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

علامہ ابن منظور افریقی اور علامہ زبیدی نے علامہ جوہری کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے،

الوسیلۃ ما یتقرب بہ الی الغیر۔[1]

جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے،

ائمہ لغت کی ان تصریحات سے واضح ہوگیا کہ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے، اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمال صالحہ اور عبادات سے حاصل ہوتا ہے، تاہم انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت دعا کے لیے اس عزت اور وجاہت کو پیش کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، زندگی میں اور وفات کے بعد بھی۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی ذوات سے توسل کے متعلق فقہاء اسلام کی عبارات

امام محمد بن جزری آداب دعا میں لکھتے ہیں:

ویتوسل الی اللہ بانبیائہ والصالحین۔[2]

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء علیہم السلام اور صالحین کا وسیلہ پیش کرے۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قال المؤلف وهو من المندوبات ففی صحیح البخاری فی الاستسقاء — حدیث عمر اللهم انا كنا نتوسل اليك نبينا صلى الله عليه وسلم فتسقينا وانا نتوسل اليك بعم نبينا فاسقنا فيسقون ولحديث عثمان بن حنيف فی شان الاعمیٰ رواه الحاكم فی مستدركه على الصحيحين وقال صحيح على شرط الشيخين والترمذی قال حديث صحيح غريب وقد ذكرناه فی الحصن ولحديث ابی امامة الذی ذكرناه فی ذكر الصباح رواه الطبرانی فی المعجم الكبير وكتاب الدعاء انتهى۔[3]

مصنف نے کہا دعا میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا امور مستحبہ میں سے ہے کیونکہ صحیح بخاری کی کتاب الاستسقاء میں ہے:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلے ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرتے تھے تو (اے اللہ) تو بارش نازل فرماتا تھا۔ اب ہم اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں تو ہم پر بارش نازل فرما، پھر ان پر بارش ہوجاتی، اور جیسا کہ نابینا کی حدیث میں حضور کے وسیلہ سے دعا کا ذکر ہے جس کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت کیا اور یہ کہا کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح غریب ہے، اور ہم نے اس کو حصن میں ذکر کیا ہے اور حدیث ابو امامہ کی بناء پر جس کو ہم نے صبح کی دعاؤں میں ذکر کیا ہے، اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم کبیر اور کتاب الدعاء میں ذکر کیا ہے۔

---

[1] علامہ اسماعیل بن حماد جوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۵ ص ۱۸۴۱، مطبوعہ دار العلم بیروت ۱۴۰۴ھ

[2] امام محمد بن محمد علی بن یوسف جزری متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۳۴، مطبوعہ مطبع مصطفے البابی مصر ۱۳۵۰ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین ص ۱۰۷، مطبوعہ مطبعہ میریہ مکہ مکرمہ ۱۳۰۴ھ

امام جزری نے حضرت ابوامامہ کی جس حدیث کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

اسئلك بنور وجهك الذى اشرقت له السمٰوٰت والارض وبكل حق هو لك وبحق السائلين عليك .[1]

اے اللہ میں تجھ سے تیری ذات کے اس نور کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے آسمان اور زمین روشن ہیں اور تیرے ہر حق کے وسیلہ سے اور جو سوال کرنے والوں کا تجھ پر حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔

ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

بناً على ما وعدتهم من الاجابة وكانه سئل الله تعالى متوسلاً بحقوق الله على مخلوقاته وبحقوق السائلين عليه تعالى والظاهر ان حق الله هو اطاعته وثناءه والعمل باوامره والنهى عن زواجره وحق العباد على الله ثوابهم الذى وعدهم به فانه واجب الانجاز ثابت الوقوع لوعده الحق واخباره الصدق .[2]

سوال کرنے والوں کا اللہ پر اس لیے حق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے از اپنے کرم سے، ان کی دعا قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہے گویا کہ بندے نے اللہ تعالیٰ سے بندوں پر اس کے حق کے وسیلے سے، اور سائلین کا اللہ پر جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کیا، اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں، اس کی حمد و ثناء کریں، اس کے احکام پر عمل کریں، اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے رکیں، اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق ان کو ثواب عطا کرے، کیونکہ اس کے وعدہ کا پورا ہونا واجب ہے، کہ اس کا وعدہ حق ہے اور اس کی خبر صادق ہے۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

فنقول: قول السائل لله تعالى: اسئلك بحق فلان وفلان من الملائكة والانبياء والصالحين وغيرهم او بجاه فلان او بحرمة فلان يقتضى ان هؤلاء لهم عند الله جاه وهذا صحيح فان هؤلاء لهم عند الله منزلة وجاه وحرمة يقتضى ان يرفع الله درجاتهم ويعظم اقدارهم ويقبل شفاعتهم اذا شفعوا .

ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے والا یہ کہتا ہے کہ میں تجھ سے فلاں کے حق اور فلاں فرشتے اور انبیاء اور صالحین وغیرہم کے حق سے سوال کرتا ہوں یا فلاں کی حرمت اور فلاں کی وجاہت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس دعا کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت ہو، اور یہ دعا صحیح ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان مقربین کی وجاہت اور حرمت ہے، جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کی قدر افزائی کرے اور جب یہ شفاعت

[1] امام محمد بن محمد جزری متوفی ۸۳۳ھ، حصن حصین مع تحفۃ الذاکرین ص ۷۸، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ
[2] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین ص ۱۷۷، مطبوعہ مطبعہ میریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

معانہ سبحانہ قال، من ذاالذی یشفع عندہ الاباذنہ۔[1]

کریں تو ان کی شفاعت قبول کرے، حالانکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ، نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کون اس سے شفاعت کر سکتا ہے۔

غیر مقلد عالم قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

ویمکن ان یراد حق السائلین علی اللہ ان لایخیب دعاھم کما دعدھم بقولہ ادعونی استجب لکم۔[2]

یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سائلین کے حق سے مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو مسترد نہ کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے یہ وعدہ فرمایا ہے: "مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔

نیز قاضی شوکانی لکھتے ہیں:

اقول ومن التوسل بالانبیاء ما اخرجہ الترمذی وقال حسن صحیح غریب، والنسائی، وابن ماجۃ وابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم وقال صحیح علی شرط البخاری ومسلم من حدیث عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ ان اعمی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یارسول اللہ ادع اللہ ان یکشف لی عن بصری قال او ادعک فقال یارسول اللہ انی قد شق علی ذھاب بصری قال فانطلق فتوضا فصل رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلک و اتوجہ الیک بمحمد نبی الرحمۃ :الحدیث وسیاتی ھذا الحدیث فی ھذا الکتاب عند ذکر صلوۃ الحاجۃ واما التوسل بالصالحین فمنہ ما ثبت فی الصحیح ان الصحابۃ استقوا بالعباس رضی اللہ عنہ عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال عمر رضی اللہ عنہ اللھم انا نتوسل الیک بعم

میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کے وسیلہ کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جس کو امام ترمذی نے روایت کر کے کہا یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے۔ امام نسائی، امام ابن ماجہ، اور امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور امام حاکم نے اس کو روایت کر کے کہا یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر صحیح ہے، حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ میری بصارت بحال کر دے، آپ نے فرمایا: یا میں رہنے دوں؟ اس نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھ پر نابینائی بہت دشوار ہے، آپ نے فرمایا: جاؤ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، اور محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے میں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، الحدیث حصن حصین کے باب صلوٰۃ الحاجۃ میں اس حدیث کا ذکر آئے گا۔ اور صالحین کے توسل کے جواز پر وہ حدیث دلیل ہے جو صحیح (بخاری) میں ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش کے لیے دعا کی

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۱۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز۔
[2] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۶۹، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

نبینا ۔ ؎۱

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! ہم تیرے نبی کے عم محترم کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگی جس کو خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لما اقترف ادم الخطيئة قال يا رب اسالك بحق محمد لما غفرت لى. فقال الله عزوجل: يا ادم! وكيف عرفت محمد ولم اخلقه؟ قال لانك يا رب لما خلقتنى بيدك ونفخت فى من روحك رفعت راسى فرايت على قوائم العرش مكتوبا لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انك لم تضف الى اسمك الا احب الخلق اليك فقال الله عزوجل: صدقت يا ادم انه لاحب الخلق الى واذا سئلتنى بحقه فقد غفرت لك ولولا محمد ما خلقتك. ؎۲

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم سے (اجتہادی) خطاً ہو گئی، تو انھوں نے کہا: اے رب میں تجھ سے بہ حق محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے جانا حالانکہ میں نے ابھی ان کو پیدا نہیں کیا، حضرت آدم نے کہا کیونکہ اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم تم نے سچ کہا وہ مجھے مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور کیونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لیے میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔

اس حدیث کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم ایک ضعیف راوی ہے لیکن فضائل میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔
امام طبرانی نے بھی اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر سے روایت کیا ہے۔ ؎۳
امام ابن جوزی نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے، اور حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس مضمون

؎۱۔ شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۳۷، مطبوعہ مطبع مصطفےٰ البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ
؎۲۔ حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۵ ص ۴۸۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
؎۳ حافظ ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب لخمی طبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر ج ۲ ص ۸۳-۸۲، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

کی حدیث کو روایت کیا ہے۔ [۱]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی ان دونوں حدیثوں کو روایت کیا ہے، لیکن انھوں نے لکھا ہے کہ ابو نعیم حافظ نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں روایت کیا ہے، اس نسبت میں شیخ کو خطا لاحق ہوئی، یہ حدیث حافظ ابو نعیم کی دلائل النبوۃ میں نہیں ہے بلکہ حافظ بیہقی کی دلائل النبوۃ میں ہے، ان دونوں حدیثوں کے متعلق شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وھما کالتفسیر للاحادیث الصحیحۃ۔ [۲]

یہ دونوں حدیثیں احادیث صحیحہ کی تفسیر کے درجہ میں ہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو حافظ الہیثمی نے بھی ذکر کیا ہے وہ اس روایت کو درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر وفیہ من لم اعرفہ۔ [۳]

اس حدیث کو امام طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں روایت کیا ہے۔ اور اس کے ایک راوی کو میں نہیں پہچانتا۔

شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل ص ۱۰۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)

امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو حضرت عمر سے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد لکھا ہے۔ [۴]

امام حاکم نیشاپوری نے ایک اور حدیث اس کے متقارب روایت کی ہے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال اوحی اللہ الی عیسی علیہ السلام یا عیسی اٰمن بمحمد وامر من ادرکہ من امتک ان یؤمنوا بہ فلولا محمد ما خلقت اٰدم ولولا محمد ما خلقت الجنۃ ولا النار ولقد خلقت العرش علی الماء فاضطرب فکتبت علیہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ فسکن ھٰذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ۔ [۵]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی اے عیسیٰ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ، اور جو تمہاری امت میں سے ان کا زمانہ پائے اس کو بھی ان پر ایمان لانے کا حکم دو۔ کیونکہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا نہ کرتا، اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں جنت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا، اور میں نے عرش کو پانی پر پیدا کیا تو وہ ہلنے لگا پھر میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو وہ ساکن ہو گیا۔ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے، اور امام بخاری اور امام مسلم نے اس کو روایت نہیں کیا۔

علامہ ذہبی نے ان دونوں حدیثوں کے راویوں کی صحت سے اختلاف کیا ہے۔

۱؎ امام عبد الرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ، الوفاء ص ۳۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۲؎ شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۱۵۱، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز

۳؎ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵۳، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

۴؎ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ

۵؎ 〃 〃 〃 المستدرک ج ۲ ص ۶۱۵، 〃 〃 〃

علامہ سیوطی نے امام حاکم، امام بیہقی، امام طبرانی، امام ابو نعیم اور امام ابن عساکر کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے۔ [۱]

علامہ قسطلانی نے بھی حضرت عمر کی روایت کو امام حاکم کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ [۲]

علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں امام حاکم اور ابوالشیخ کے حوالے سے حضرت ابن عباس کی مذکور الصدر روایت بیان کی ہے اور لکھتے ہیں کہ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور علامہ سبکی نے شفاء السقام میں اور علامہ بلقینی نے اپنے فتاوی میں اس تصحیح کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ اس قسم کی بات رائے سے نہیں کہی جا سکتی اس لیے یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ علامہ ذہبی نے کہا اس کی سند میں عمرو بن اوس ہے پتا نہیں وہ کون ہے، اور امام دیلمی نے حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ میرے پاس حضرت جبرائیل آئے اور انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا کرتا نہ نار کو پیدا کرتا۔ [۳]

ملا علی قاری نے بھی امام دیلمی کی اس روایت کو استشہاداً پیش کیا ہے۔ [۴]

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے حقیقت محمدی پر بحث کرتے ہوئے یہ دو حدیثیں لکھی ہیں:

لولاك لما خلقت الافلاك، لولاك لما اظهرت الربوبية۔ [۵] اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا، اگر آپ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔

یہ حدیثیں ہر چند کہ ان الفاظ کے ساتھ کتب حدیث میں مذکور نہیں ہیں لیکن یہ معنیً ثابت ہیں، حدیث لولاک پر مقالات سعیدی میں ہمارا ایک تفصیلی مقالہ ہے۔

ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ مقربین بارگاہ کے وسیلہ سے دعا کرنا ابتداء آفرینش سے مشروع اور معمول ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مقام مدح میں اس دعا کا ذکر فرما کر اس دعا کے جواز اور استحسان کو بیان فرما دیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا فرمانا

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال لما ماتت فاطمه بنت اسد بن هاشم ام علي رضي الله عنها (الى ان قال) فلما فرغ دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاضطجع فيه فقال الله الذي يحيي و يميت وهو حي لا يموت اغفر لامي فاطمه بنت اسد

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد بن ہاشم رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں، تو جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی لحد کھودنے سے فارغ ہو گئے تو آپ ان کی لحد میں لیٹ گئے اور یہ دعا کی اللہ ہی جلاتا ہے اور وہی

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۱ص ۶، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۲۔ علامہ احمد قسطلانی متوفی ۹۱۱ھ، المواہب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۳۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ص ۴۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۵ھ

۵۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی متوفی ۱۰۳۴ھ، مکتوبات دفتر سوم، حصہ دوم، مکتوب نمبر ۱۲۲

ولقنها حجتها ووسع علیها مدخلها بحق نبیك والانبیاء الذین من قبلی فانك ارحم الراحمین وکبر علیها اربعا وادخلوها اللحد هو والعباس وابو بکر الصدیق رضی اللہ عنهم رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وفیه روح بن صلاح وثقه ابن حبان والحاکم وفیه ضعف وبقیة رجاله رجال الصحیح ۔[1]

مارتا ہے، اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی اے اللہ! اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کے وسیلہ سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، ان کو حجت القا فرما، ان کی قبر کو وسیع کر، بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے پھر آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی اور آپ نے، حضرت عباس نے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہم نے ان کو قبر میں اتارا، اس حدیث کو امام طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں روح بن صلاح نام کا ایک راوی ہے، امام حبان اور امام حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ضعف ہے، اور اس کے باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔

اس حدیث کو علامہ نور الدین سمہودی نے بھی ذکر کیا ہے۔[2]
شیخ ناصر الدین البانی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ (توسل: ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام کی بلکہ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی سنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سائلین کے وسیلہ سے دعا کی تلقین فرمانا

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خرج من بیته الی الصلوٰۃ فقال اللهم انی اسئلك بحق السائلین علیك واسئلك بحق ممشای هذا فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعة وخرجت اتقاء سخطك وابتغاء مرضاتك فاسئلك ان تعیذنی من النار وان تغفر لی ذنوبی انه لا یغفر الذنوب الا انت اقبل اللہ علیه بوجهه واستغفر له سبعون الف ملك ۔[3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور اس نے یہ دعا کی: اے اللہ! تجھ پر سائلین کا جو حق ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں اور میرے اس (نماز کے لیے) جانے کا جو حق ہے اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کیونکہ میں بغیر اکڑنے اور اترانے اور بغیر دکھانے اور سنانے کے (محض) تیری ناراضگی کے ڈر اور تیری رضا کی طلب میں نکلا ہوں، میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ تو جہنم سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا اور میرے گناہوں کو بخش دینا اور بلاشبہ تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشے گا اس پر جو

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۵۷-۲۵۶، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ
[2] علامہ نور الدین علی بن احمد سمہودی متوفی ۹۱۱ھ، وفاء الوفاء ج ۳ ص ۸۹۹، ۸۹۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۰۱ھ
[3] امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۵۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

شخص یہ دعا کرے گا) اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ ہوگا اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کریں گے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]

امام ابن السنی نے اس حدیث کو حضرت بلال اور حضرت ابوسعید خدری دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ [2]

شیخ ابن تیمیہ نے بھی اس حدیث کو امام احمد اور امام ابن ماجہ کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ [3]

علاوہ ازیں علامہ زبیدی نے اتحاف السادۃ المتقین (ج ٥ ص ٩٠ - ٨٩)، علامہ سیوطی نے درمنثور (ج ٢ ص ٣٦) ۔ علامہ عراقی نے مغنی عن حمل الاسفار (ج ١ ص ٣٢٦) . علامہ منذری نے ترغیب وترہیب (ج ٢ ص ٤٥٢) میں اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی ہدایت دینا | انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین کے وسیلے سے دعا کرنے

کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ لی ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لك وهو خير وان شئت دعوت فقال ادعه فامره ان يتوضا فيحسن وضوءه ويصلی رکعتين ويدعو بهذا الدعاء اللهم انی اسألك واتوجه اليك بمحمد نبی الرحمة يامحمد انی قد توجهت بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللهم فشفعه فی قال ابواسحاق هذا حديث صحيح . [4]

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری آنکھیں ٹھیک کر دے، آپ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اس کام کو مؤخر کر دوں اور یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا اور اگر تم چاہو تو (ابھی) دعا کر دوں، اس نے کہا آپ دعا کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا تم اچھی طرح وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اس کے بعد یہ دعا کرو: "اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور محمد نبی رحمت (صلے اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! (صلے اللہ علیہ وسلم) میں آپ کے وسیلہ سے اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ میری یہ حاجت پوری ہو، اے اللہ! نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو

---

[1] امام احمد بن حنبل متوفی ٢٤١ھ، مسند احمد ج ٣ ص ٢١، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ١٣٩٨ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ٣٦٤ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ٣٠، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن ١٣١٥ھ

[3] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ٧٢٨ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ١ ص ٢٠٩، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز

[4] امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ٢٧٣ھ، سنن ابن ماجہ ص ٩٩، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

میرے لیے شفاعت کرنے والا بنا دے۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ [1]
اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔ [2]
اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

امام ابن ماجہ، امام ترمذی، امام احمد اور امام حاکم نے اس حدیث کو عمارہ بن خزیمہ بن ثابت کی سند سے روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے اس حدیث کو اس سند کے علاوہ ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔ اس روایت میں یہ اضافہ ہے:

قال عثمان: فواللہ ما تفرقنا ولا طال الحدیث حتی دخل الرجل وکانہ لم یکن بہ ضر قط۔ [4]

حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بہ خدا ابھی ہم اس مجلس سے اٹھے نہیں تھے اور نہ ابھی سلسلہ گفتگو دراز ہوا تھا کہ وہ (نابینا) شخص اس حال میں داخل ہوا کہ اس کی آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔

امام ابن السنی نے بھی اس حدیث کو ابو امامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے روایت کیا ہے جس میں مذکور الصدر اضافہ ہے۔ [5]

بعض ناشرین کا جامع ترمذی کے نسخوں سے "یا محمد" کو حذف کر دینا

نور محمد کارخانہ تجارت کتب اور مطبع مجتبائی میں جامع ترمذی کے جو نسخے طبع ہوئے ان میں یہ حدیث ہے لیکن اس میں "یا محمد" کے الفاظ کو حذف کر دیا گیا، جبکہ شیخ ابن تیمیہ، قاضی شوکانی، علامہ نووی، امام محمد جزری وغیرہم نے اس حدیث کو امام ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔

شیخ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

قال الترمذی: حدثنا محمود بن غیلان حدثنا عثمان بن عمر، حدثنا شعبۃ عن ابی جعفر عن عمارۃ بن خزیمۃ بن ثابت عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ میری آنکھوں کو ٹھیک کر دے۔

---

[1] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۵، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ ھ، مسند احمد ج ۴ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ ھ
[3] امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ ھ، مستدرک ج ا ص ۵۱۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
[4] امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتاب العلمیہ بیروت
[5] امام ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی، عمل الیوم واللیلہ ص ۲۰۲، مطبوعہ مجلس الدائرۃ المعارف دکن، ۱۳۱۵ ھ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ادع اللہ ان یعافینی قال ان شئت صبرت فھو خیر لک قال فادعہ قال فامرہ ان یتوضا فیحسن وضوءہ ویدعو بھذا الدعاء اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی توجھت بک الی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی [1]

آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو صبر کر لو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہے اس شخص نے کہا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر دیجئے۔ حضرت عثمان کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو یہ حکم دیا کہ وہ اچھی طرح وضو کرے اور یہ دعا مانگے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی، نبی رحمت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے کے لیے آپ کی طرف متوجہ ہوا ہوں۔ اے اللہ حضور کی شفاعت کو میرے حق میں قبول فرما۔

علامہ نووی نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام ترمذی کے حوالوں سے بیان کیا اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں علامہ نووی نے لکھا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح لکھا ہے۔ [2] امام نسائی نے اس حدیث کو سنن کبریٰ (ج ۶ ص ۱۶۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۱۱ھ) میں روایت کیا ہے۔

امام محمد جزری نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم اور امام نسائی کے حوالوں سے ذکر کیا اور اس میں بھی یا محمد کے الفاظ ہیں۔ [3]

قاضی شوکانی حصن حصین کی شرح میں لکھتے ہیں:

الحدیث اخرجہ الترمذی والحاکم فی المستدرک والنسائی کما قال المصنف رحمہ اللہ (الی قولہ) واخرجہ الطبرانی بعد ذکر طرقہ التی روی بھا. والحدیث صحیح وصححہ ایضا ابن خزیمۃ فقد صحح الحدیث ھؤلاء الائمۃ وقد تفرد النسائی بذکر الصلوٰۃ ووافقہ الطبرانی فی بعض الطرق التی رواھا — وفی الحدیث دلیل علی جواز التوسل برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اللہ عزوجل مع اعتقاد ان الفاعل ھو اللہ سبحانہ وتعالیٰ، وانہ المعطی المانع ماشاء کان

اس حدیث کو امام ترمذی، امام حاکم نے مستدرک میں اور نسائی نے روایت کیا ہے جیسا کہ مصنف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے۔ امام طبرانی نے اس حدیث کی تمام اسانید بیان کرنے کے بعد کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ امام ابن خزیمہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا، سو ان ائمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے البتہ نسائی کی روایت میں یہ تفرد ہے کہ اس میں یہ ذکر بھی ہے اس نے دو رکعت نماز پڑھی، اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنے کے جواز کی دلیل ہے اس کے ساتھ یہ اعتقاد لازم ہے کہ حقیقۃً دینے والا اور منع کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے، جو وہ

---

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموع الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز
ایضاً " " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۹۷، مطبوعہ مکتبہ قاہرہ مصر ۱۳۷۳ھ

[2] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، الاذکار ص ۱۶۷، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

[3] قاضی محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۱۳۸، ۱۳۷، مطبوعہ مصطفے البابی واولادہ مصر ۱۳۵۰ھ

وما لم یشأ لم یکن۔ [1] جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔

ان حوالوں سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مطبع مجتبائی اور نور محمد کارخانہ تجارت کتب والوں نے خیانت کر کے جامع ترمذی سے یا محمد کے الفاظ نکال دیئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت عثمان بن حنیف کی یہ حدیث جس کو بکثرت محدثین نے اپنی اپنی تصانیف میں صحت سند کی صراحت کے ساتھ روایت کیا ہے اس مطلوب پر قوی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز اور مستحسن ہے اور چونکہ آپ کی ہدایات قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے حجت ہیں، اس لیے آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے وسیلہ سے دعا کرنا اور آپ سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے اور بالخصوص آپ کے وصال کے بعد آپ کے توسل سے دعا کے جواز پر دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک شخص کو اس کی قضاء حاجت کے لیے یہ دعا تعلیم کی، اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بیہقی نے اپنی اپنی تصانیف میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے، جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے۔ یہاں تک جو ہم نے احادیث بیان کی ہیں ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ میں آپ کے توسل پر دلیل ہے، اب ہم ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن میں آپ کی وفات کے بعد آپ کے توسل پر دلیل ہے۔

حضرت عمر کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک سال قحط پڑ گیا تو حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر حاضر ہوئے اور عرض کیا اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن مالك الدار قال، وكان خازن عمر على الطعام قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی صلی الله علیه وسلم فقال یا رسول الله! استسق لامتك فانهم قد هلكوا، فاتی الرجل فی المنام فقیل له، ائت عمر فاقرئه السلام واخبره انكم ستسقون وقل له، علیك الكیس: علیك الكیس فاتی عمر فاخبره فبكی عمر ثم قال: یارب لا آلوا الا ما عجزت عنه۔ [1]

مالک الدار، جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) لوگوں پر قحط آ گیا، ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ، ان کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی، اور ان سے کہو تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، تم پر سوجھ بوجھ لازم ہے، پھر وہ حضرت عمر کے پاس گئے اور ان کو یہ خبر دی، حضرت عمر رونے لگے اور کہا: اے اللہ! میں

[1] امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱۲ ص ۳۲، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۶ھ

صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔

نیز حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

وقال الحافظ ابوبکر البیهقی اخبرنا ابونصر بن قتادة وابوبکر الفارسی قالا حدثنا ابوعمر بن مطر حدثنا ابراهیم بن علی الذهلی حدثنا یحیی بن یحیی حدثنا ابومعاویة عن الاعمش عن ابی صالح عن مالک قال: اصاب الناس قحط فی زمن عمر بن الخطاب فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ! استسق اللہ لامتک فانهم قد هلکوا فاتاه رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام فقال ایت عمر فاقرأه منی السلام واخبرهم انهم مسقون وقل له علیک بالکیس الکیس فاتی الرجل فاخبر عمر فقال: یا رب ما آلو الا ما عجزت عنه وهذا اسناد صحیح۔[1]

حافظ ابوبکر بیہقی اپنی سند کے ساتھ مالک سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اور ان کو میری طرف سے سلام کہو، اور ان کو یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی اور ان سے کہو کہ تم سوجھ بوجھ سے کام لو، اس شخص نے جا کر حضرت عمر کو خبر دی، حضرت عمر نے کہا اے میرے رب! میں صرف اسی چیز کو ترک کرتا ہوں جس سے میں عاجز ہوں۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

حافظ ابوعمر ابن عبد البر اور امام ابن اثیر نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے[2][3]

علم حدیث میں حافظ ابن کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے آپ کی قبر انور پر جا کر آپ سے بارش کی دعا کے لیے درخواست کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اور اپنا خواب بیان کیا اور حضرت عمر نے اس کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی وصال کے بعد صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا جائز ہے۔

اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

روی ابن ابی شیبة باسناد صحیح من روایة ابی صالح السمان عن مالک الداری وکان خازن عمر۔ قال اصاب الناس قحط فی زمن عمر فجاء رجل الی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا

امام ابن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عمر کے خازن مالک الدار سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں (ایک بار) قحط واقع ہوا، ایک شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر حاضر ہوا اور عرض کیا:

1. حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر متوفی ٧٧٤ھ، البدایہ والنہایہ ج ٧ ص ٩٢-٩١، مطبوعہ دار الفکر بیروت ١٣٩٨ھ
2. حافظ ابوعمر یوسف بن عبداللہ عبد البر قرطبی مالکی متوفی ٤٦٣ھ، الاستیعاب علی ہامش الاصابہ ج ٢ ص ٤٦٤، مطبوعہ دار الفکر بیروت
3. امام محمد بن شیبانی ابن الاثیر جزری متوفی ٦٣٠ھ، الکامل فی التاریخ ج ٢ ص ٣٨٥-٣٥٠، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ١٤٠٠ھ

رسول اللہ استسق لامتك فانھم قد ھلکوا فاتی الرجل فی المنام فقیل ایت عمر الحدیث وقد روی سیف فی الفتوح ان الذی رای المنام المذکور ھو بلال بن الحارث المزنی احد الصحابۃ۔ [1]

یارسول اللہ! اپنی امت کے لیے بارش کی دعا کیجئے، کیونکہ وہ ہلاک ہو رہے ہیں، پھر اس شخص کو خواب میں آپ کی زیارت ہوئی اور یہ کہا گیا کہ عمر کے پاس جاؤ الحدیث۔ سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ تھے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اور ان دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار درخور اعتناء ہے۔

حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں صحابہ کا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرنا۔

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا کان یختلف الی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فی حاجۃ لہ فکان عثمان لایلتفت الیہ ولا ینظر فی حاجتہ . فلقی عثمان بن حنیف فشکا ذلك الیہ ، فقال لہ عثمان بن حنیف ایت المیضاۃ فتوضأ ثم ایت المسجد فصل فیہ رکعتین ثم قل اللھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبینا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بك الی ربك (ربی) جل وعز فیقضی لی حاجتی ، وتذکر حاجتك ورح الی حتی اروح معك فانطلق الرجل فصنع ما قال لہ عثمان ثم اتی باب عثمان ——— فجاء البواب حتی اخذ بیدہ فادخلہ علی عثمان بن عفان فاجلسہ معہ علی الطنفسۃ وقال حاجتك فقضاھا لہ ثم قال لہ ما ذکرت حاجتك حتی کانت ھذہ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنی کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے، اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے، ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی، اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے اس بات کی شکایت کی، حضرت عثمان نے اس سے کہا تم وضوء خانہ جاکر وضو کرو، پھر مسجد میں جاؤ اور وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی، نبی رحمت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد! میں آپ کے واسطے سے آپ کے رب عز و جل کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ میری حاجت روائی کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں وہ شخص گیا اور اس نے حضرت عثمان بن حنیف کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا، دربان نے ان

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۴۹۶۔۴۹۵ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

الساعة، وقال ما كانت لك من حاجة فائتنا ثم ان الرجل خرج من عنده فلقى عثمان بن حنيف فقال له جزاك الله خيرا ما كان ينظر فى حاجتى ولا يلتفت الى حتى كلمته فى فقال عثمان بن حنيف، والله ما كلمته ولكن شهدت رسول الله صلى الله عليه وسلم واتاه ضرير فشكا عليه ذهاب بصره فقال له النبى صلى الله عليه واله وسلم افتصبر فقال يا رسول الله انه ليس لى قائد وقد شق على. فقال له النبى صلى الله عليه واله وسلم: ايت الميضاة فتوضا ثم صل ركعتين ثم ادع بهذه الدعوات. قال عثمان بن حنيف ما تفرقنا ولا طال بنا الحديث حتى دخل علينا الرجل كانه لم يكن به ضر (قط) الى ان قال: والحديث صحيح۔ لہ

کے لیے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان کے پاس لے گیا، حضرت عثمان نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے؟ اس نے اپنا کام ذکر کیا، حضرت عثمان نے اس کا کام کر دیا اور فرمایا تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام کا ذکر نہیں کیا تھا اور فرمایا جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آجانا، پھر وہ شخص حضرت عثمان کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر دے، حضرت عثمان میرے طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا! میں نے حضرت عثمان سے کوئی بات نہیں کی، لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا، آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس پر صبر کرو گے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ! مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تم وضو خانے جاؤ اور وضو کرو، پھر دو رکعت نماز پڑھو، پھر ان کلمات سے دعا کرو، حضرت عثمان بن حنیف نے کہا ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا درآں حالیکہ اس میں بالکل نابینائی نہیں تھی۔ ——— یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ زکی الدین عبد العظیم بن عبد القوی منذری متوفی ۶۵۶ھ نے الترغیب والترہیب (ج ۱ ص ۴۷۶ - ۴۷۴ مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، ۱۴۰۷ھ) میں اور حافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد (ج ۲ ص ۲۷۵ مطبوعہ بیروت) میں اس حدیث کو بیان کر کے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کے حوالے سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت کی تائید، توثیق اور تصحیح

امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابو جعفر سے روایت کیا ہے اور شعبہ سے اس حدیث کو صرف عثمان بن عمر نے روایت کیا ہے اور وہ اس سے روایت کرنے میں منفرد ہے (یعنی اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔) اور حدیث صحیح ہے۔ شیخ ابن تیمیہ نے امام طبرانی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو شعبہ سے روایت کرنے میں صرف عثمان بن عمر منفرد نہیں

لہ۔ حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب اللخمی الطبرانی متوفی ۳۶۰ھ، معجم صغیر ج ۱ ص ۱۸۴ - ۱۸۳ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۸ھ

ہے بلکہ روح بن عبادہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہے، اور یہ اسناد صحیح ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طبرانی کی یہ روایت دو صحیح سندوں سے مروی ہے، شیخ ابن تیمیہ کی اصل عبارت یہ ہے،

قال الطبرانی روی ھذا الحدیث شعبۃ عن ابی جعفر واسمہ عمیر بن یزید وھو ثقۃ تفرد بہ عثمان بن عمر عن شعبۃ قال ابو عبد اللہ المقدسی: والحدیث صحیح.

امام طبرانی نے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابوجعفر سے روایت کیا ہے اور اس کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ ثقہ ہے، عثمان بن ابی عمر شعبہ سے اس روایت میں متفرد ہے۔ ابوعبداللہ مقدسی نے کہا اور حدیث صحیح ہے۔

قلت والطبرانی ذکر تفردہ بمبلغ علمہ ولم یبلغہ روایۃ روح بن عبادۃ عن شعبۃ وذلک اسناد صحیح یبین انہ لم ینفرد بہ عثمان بن عمر۔[1]

میں کہتا ہوں کہ امام طبرانی نے اپنے مبلغ علم کے اعتبار سے عثمان بن ابی عمر کو متفرد کہا ہے، ان کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ روح بن عبادہ نے بھی شعبہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے اس سے معلوم ہوا کہ عثمان بن ابی عمر اس روایت میں متفرد نہیں ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ حدیث دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

طبرانی کی روایت مذکورہ کا صحاح کی دوسری روایت سے تعارض کا جواب

ایک سوال یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام احمد، اور امام ابن سنی نے روایت کیا اور اس میں حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں وسیلہ کے ساتھ دعا کا ذکر نہیں ہے اس کے برخلاف امام طبرانی اور امام بیہقی نے حضرت عثمان بن حنیف کی اس روایت میں حضرت عثمان کے زمانۂ خلافت میں بھی حضور سے توسل کرنے کا ذکر کیا ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک حدیث کو بعض ائمہ اختصار کے ساتھ روایت کرتے ہیں اور بعض ائمہ تفصیل کے ساتھ روایت کرتے ہیں[2]، اعتراض کا محل یہ تھا کہ اس روایت کی سند صحیح نہ ہوتی یا ضعیف ہوتی اور جب شیخ ابن تیمیہ نے خود بیان کیا کہ طبرانی کی مفصل حدیث دو صحیح سندوں کے ساتھ مروی ہے تو پھر اعتراض کی کب گنجائش ہے؟

امام بیہقی نے پہلے دو سندوں کے ساتھ اس حدیث کو اختصاراً روایت کیا (دلائل النبوۃ ج ٦ ص ١٦٧، ١٦٦) پھر اس حدیث کو روح بن قاسم، عن ابی جعفر مدینی عن ابی امامۃ بن سہل بن حنیف کی سند سے تفصیل کے ساتھ روایت کیا جیسا کہ امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے بعد مزید یہ کہا کہ:

ورواہ ایضاً ھشام الدستوائی عن ابی جعفر

اس حدیث کو ہشام دستوائی نے از ابوجعفر از ابوامامہ

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ٧٢٨ھ، فتاویٰ ابن تیمیہ ج ا ص ٢٧٤، ٢٧٣، ٢٧٤، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود
ایضاً۔ " " " " ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ١٠٢، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ١٢٧٣ھ

[2] بعض اوقات ایک ہی امام ایک حدیث کو اپنی کتاب کے ایک باب میں اختصار کے ساتھ اور دوسرے باب میں تفصیل کے ساتھ روایت کرتا ہے صحیح بخاری میں اس کی بکثرت مثالیں ہیں، اور زیر بحث حدیث کی مثال سنن بیہقی کے حوالے سے بھی آرہی ہے۔

عن ابی امامۃ بن سہل عن عمہ وھو عثمان بن حنیف۔ [1]

بن سہل از عم خود روایت کیا ہے، ابوامامہ کے چچا حضرت عثمان بن حنیف ہیں۔

امام بیہقی کی اس مفصل روایت کا اور اس دوسری سند کا شیخ ابن تیمیہ نے بھی ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

ورواہ البیہقی من ھذا الطریق وفیہ قصۃ قد یحتج بھا من توسل بہ بعد موتہ ان کانت صحیحۃ۔ [2]

امام بیہقی نے اس سند کے ساتھ اس قصہ کو روایت کیا ہے اور اس سے آپ کے وصال کے بعد آپ سے توسل پر استدلال کیا جاتا ہے، بہ شرطیکہ یہ روایت صحیح ہو۔

توسل بعد از وصال پر شیخ ابن تیمیہ کے اعتراضات اور مصنف کے جوابات

شیخ ابن تیمیہ نے یہ تو کہا ہے کہ اگر اس حدیث کی سند صحیح ہو تو اس حدیث سے وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہے، لیکن انھوں نے اس حدیث کی سند پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس میں کوئی ضعف نہیں نکال سکے، علاوہ ازیں امام بیہقی کی روایت بیان کرنے کے بعد انھوں نے اسی روایت کو امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا اور اس کا ایک متابع بھی بیان کیا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں، جیسا کہ ہم باحوالہ بیان کر چکے ہیں، لہٰذا جب امام طبرانی کی روایت صحیح ہے اور اس روایت کی دوسری سند بھی صحیح ہے تو شیخ ابن تیمیہ کے اپنے اقرار کے مطابق وفات کے بعد وسیلہ ثابت ہو گیا، اور یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ سے دعا کی درخواست کرنا اور آپ کو یا محمد کے صیغہ سے ندا کرنا صحابہ کرام کے نزدیک جائز تھا، جبھی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعا تلقین کی کہ "اے محمد میں آپ کے وسیلہ سے آپ کے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کر دے"۔

شیخ ابن تیمیہ نے اس بحث میں جو آخری اعتراض کیا ہے وہ یہ ہے:

حافظ ابوبکر بن خیثمہ نے اپنی تاریخ میں اس حدیث کو ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

عن عثمان بن حنیف ان رجلا اعمی اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: انی اصبت فی بصری فادع اللہ لی قال اذھب فتوضا وصل رکعتین ثم قل: اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبی محمد نبی الرحمۃ۔ یا محمد استشفع بک علی ربی فی رد بصرہ۔ اللھم فشفعنی فی نفسی وشفع نبیی فی رد بصرہ

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا میری بینائی چلی گئی ہے، آپ اللہ تعالیٰ سے میرے لیے دعا کیجئے، آپ نے فرمایا: جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو، پھر کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد!

---

[1] امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۱۶۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

[2] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ حنبلی متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۶۸، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود

ایضاً ، ، ، ، ، قاعدہ جلیلہ فی التوسل والوسیلہ ص ۹۸، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ مصر، ۱۳۷۳ھ

وان كانت حاجة فافعل مثل ذلك فرد الله عليه بصره [1]

میں اپنے رب کے حضور اپنی بصارت لوٹانے کے لیے آپ کی شفاعت طلب کرتا ہوں، اے اللہ! میرے حق میں میری شفاعت کو قبول کر اور میری بصارت لوٹانے میں میرے نبی کی شفاعت قبول فرما" اور اگر تمہیں کوئی اور کام ہو تو پھر اسی طرح کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی بصارت لوٹا دی۔

اس روایت پر شیخ ابن تیمیہ نے حسب ذیل اعتراض کیے ہیں:

(۱)۔ وان كانت حاجة فافعل مثل ذلك - "اگر تمہیں کوئی کام ہو تو اسی طرح کرو" یہ حضرت عثمان بن حنیف کے الفاظ ہیں، نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۲)۔ دوسرے راویوں کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں (جیسا کہ گذر چکا ہے) اور اگر بالفرض یہ الفاظ ثابت ہوں تب بھی یہ دلیل نہیں ہے، کیونکہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ دعا کے بعض الفاظ کافی ہیں، کیونکہ انھوں نے مشروع دعا کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ دعا کے بعض الفاظ کہنے کا حکم دیا ہے۔

(۳)۔ حضرت عثمان بن حنیف نے یہ گمان کیا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اس طرح (یعنی حضور کے وسیلہ سے) دعا کرنا جائز ہے، حالانکہ حدیث کے الفاظ اس کے خلاف ہیں، کیونکہ اس نابینا صحابی نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں اور اس کو یہ یقین تھا کہ آپ اس کے لیے دعا کریں گے اور آپ نے اس کو حکم دیا تھا کہ وہ دعا میں یہ کہے کہ "اے اللہ حضور کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما!" اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہو گی جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کی دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے، اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے، اس طریقہ سے دعا کرنا اور شفاعت طلب کرنا آپ کی حیات دنیاوی میں ہی درست تھا اور یا قیامت کے دن درست ہو گا جب آپ شفاعت فرمائیں گے۔ [2]

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نہ ہوں بلکہ حضرت عثمان بن حنیف ہی کے ہوں تب بھی کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے میں شیخ ابن تیمیہ کی بہ نسبت صحابی رسول کی فہم اور ان کے اجتہاد پر اعتماد کرنا زیادہ قرین قیاس ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن ابی خیثمہ کی اس روایت سے ہمارا استدلال نہیں ہے اگر اس پر شیخ کو اعتراض ہے تو اس روایت کو ہم چھوڑ دیتے ہیں، ہمارا استدلال تو امام طبرانی کی روایت سے ہے جس کے متعلق خود شیخ ابن تیمیہ نے تصریح کی ہے کہ یہ دو صحیح سندوں سے مروی ہے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دعا کی درخواست کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس درخواست کی طرف متوجہ کر دیتا ہے یا اس درخواست پر مطلع کر دیتا ہے، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری دعا کی قبولیت

---

[1] شیخ ابوالعباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ بامر فہد بن عبدالعزیز آل السعود۔

[2] " " " " فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۴-۲۷۷، " "

کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کرتے ہیں اور اس میں کون سا شرعی یا عقلی استبعاد ہے ؟

امام مسلم روایت کرتے ہیں :

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم عرضت علی اعمال امتی حسنہا وسیئہا [1]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے اچھے اور بُرے تمام اعمال پیش کیے جاتے ہیں ۔

اس حدیث کے پیش نظر جب آپ کا کوئی امتی آپ سے دعا کی درخواست کرے گا تو آپ کو اس کا علم ہو جائے گا اور آپ اس کی شفاعت فرمائیں گے، کیونکہ آپ نے خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے اور دعا کی درخواست کرنے کی ہدایت دی ہے اور اس ہدایت کو عام رکھا ہے اور اس میں حیات یا بعد از وفات کی قید نہیں لگائی اس لیے شیخ ابن تیمیہ کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ " اور اس طریقہ سے دعا اس وقت صحیح ہوگی جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس کے لیے دعا کریں اور اس کی شفاعت کریں اور جس کو آپ کے دعا کرنے اور آپ کے شفاعت کرنے کا علم نہیں ہے اس کا اس طریقہ سے دعا کرنا صحیح نہیں ہے" کیونکہ حیات اور ممات میں وسیلہ کے جواز اور عدم جواز کا فرق علم کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے ہو سکتا تھا اور آپ کو ہر دو صورت میں علم حاصل ہے ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام مسلمانوں کے لیے قیامت تک کے لیے حجت ہیں اور آپ کے افعال مسلمانوں کے لیے اسوہ اور نمونہ ہیں ۔ اگر آپ کا کوئی حکم صرف آپ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعد کے لوگوں کے لیے اس کا کرنا ناجائز ہو تو آپ پر لازم ہے کہ آپ یہ بیان فرمائیں کہ یہ حکم میری زندگی کے ساتھ خاص ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبردہ بن نیار کو ایک شش ماہہ بکرے کی قربانی کرنے کا حکم دیا اور فرمادیا تمہارے بعد کسی کے لیے یہ عمل جائز نہیں ہے ۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن البراء قال ذبح ابو بردۃ قبل الصلوٰۃ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ابدلہا فقال لیس عندی الا جذعۃ قال شعبۃ واحسبہ قال ھی خیر من مسنۃ قال اجعلہا مکانہا ولن تجزی عن احد بعدک [2]

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوبردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے بدلہ میں اور قربانی کرو، انہوں نے کہا میرے پاس صرف چھ ماہ کا ایک بکرا ہے جو سال کے بکرے سے فربہ ہے، آپ نے فرمایا اس کے بدلہ میں اس کی قربانی کر دو ۔ اور تمہارے بعد کسی اور کے لیے شش ماہہ بکرے کی قربانی جائز نہیں ہو گی ۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ استثناء اس لیے بیان فرمایا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اقوال اور افعال مسلمانوں کے حق میں قیامت تک کے لیے حجت ہیں، اگر آپ یہ استثناء نہ فرماتے تو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز ہو جاتی ۔ شیخ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے :

---

[1] ۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰۷ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۷۵ ھ

[2] ۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۳۴ ، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ، ۱۳۸۱ ھ

وکذلک الانبیاء والصالحون وان کانوا احیاء فی قبورھم وان قدر انھم یدعون للاحیاء وان وردت بہ آثار فلیس لاحد ان یطلب منھم ذلک ولم یفعل ذلک احد من السلف لان ذلک ذریعۃ الی الشرک بھم وعبادتھم من دون اللہ تعالیٰ بخلاف الطلب من احدھم فی حیاتہ فانہ لا یفضی الی الشرک۔[1]

ہر چند کہ انبیاء اور صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ زندوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور بے شک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لیے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے۔

شیخ ابن تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس نابینا صحابی سے فرمادیتے کہ اس طریقہ سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ شرک کا سبب ہے، کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی کرنا تھا اور جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بغیر کسی استثناء کے نابینا صحابی کو دعا کا یہ طریقہ تعلیم کیا تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقہ سے دعا کرنا جائز ہے، اور صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا اسی وجہ سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لیے صحابی رسول کے طریقہ کی اتباع کرنا، شیخ ابن تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق شیخ عبد الحق محدث دہلوی کا نظریہ

شیخ عبد الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

ولیت شعری چہ مے خواہند ایشان باستمداد وامداد کہ ایں فرقہ منکر اند آنزا آنچہ ما مے فہیم از آں اینست کہ داعی محتاج فقیر الی اللہ دعا مے کند وطلب مے کند حاجت خود را از جناب عزت وعلا وے و توسل مے کند بروحانیت ایں بندہ مقرب ومکرم در درگاہ عزت وے وے گوید خداوندا ببرکت ایں بندہ تو کہ رحمت کردۂ برو وے واکرام کردۂ اورا وبلطف وکرمے کہ بوے داری برآوردہ گرداں حاجت مراکہ تو معطی کریمی یا ندا مے کند ایں بندہ مکرم ومقرب را کہ اے بندہ خدا اے ولی وے شفاعت کن مرا وبخواہ

کاش میری عقل ان لوگوں کے پاس ہوتی! جو لوگ اولیاء اللہ سے استمداد اور ان کی امداد کا انکار کرتے ہیں، یہ اس کا کیا مطلب سمجھتے ہیں؟ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ دعا کرنے والا، اللہ کا محتاج ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اس سے اپنی حاجت کو طلب کرتا ہے اور اس اللہ کے ولی کا وسیلہ پیش کرتا ہے اور یہ عرض کرتا ہے کہ اے اللہ! تو نے اپنے اس بندہ مکرم پر جو رحمت فرمائی ہے اور اس پر جو لطف وکرم کیا ہے اس کے وسیلہ سے میری اس حاجت کو پورا فرما، کہ تو دینے والا کریم ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اس اللہ کے ولی کو ندا کرتا ہے اور اس کو

[1] شیخ ابو العباس تقی الدین احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۳۰، مطبوعہ بامر فہد بن عبد العزیز

از خدا کہ بدہد مسئول و مطلوب مرا و قضا کند حاجت مرا پس معطی و مسئول و مامول پروردگار است تعالیٰ و تقدس و نیست ایں بندہ درمیان مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ و اولیاء خدا فانی و ہالک اند در فعل الٰہی و قدرت و سطوت وے و نیست ایشاں را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنوں کہ در قبور اند و نہ در آں ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

تھا طلب کرکے یہ کہتا ہے کہ اے بندہ خدا اور اے اللہ کے ولی میری شفاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ میرا سوال اور مطلوب مجھے عطا کرے اور میری حاجت بر لائے۔ سو مطلوب کو دینے والا اور حاجت کو پورا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور یہ بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ اور قادر، فاعل اور اشیاء میں تصرف کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اولیاء اللہ اللہ تعالیٰ کے فعل، سطوت، قدرت اور غلبہ میں فانی اور ہالک ہیں اور ان کو اب قبر میں افعال پر قدرت اور تصرف حاصل ہے اور نہ اس وقت قدرت اور تصرف حاصل تھا، جب وہ زندہ تھے۔

اگر ایں معنی کہ در امداد و استمداد ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بما سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم میکند پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحان و دوستان خدا در حالت حیات نیز و ایں ممنوع نیست بلکہ مستحب و مستحسن است باتفاق و شائع است در دین واگر می گویند کہ ایشاں بعد از موت معزول شدند و بیرون آوردہ شدند از آں حالت و کرامت کہ بود ایشاں را در حالت حیات پیست بر آں؟ یا گویند کہ مشغول و ممنوع شدند بآنچہ عارض شد از آفات بعد از ممات پس ایں کلیہ نیست و دلیل نیست بر دوام و استمرار آں تا روز قیامت نہایت آنکہ ایں کلیہ نباشد و فائدہ استمداد عام نباشد۔ بلکہ ممکن است کہ بعضے منجذب باشند بعالم قدس و مستہلک باشند در لاہوت حق چنانکہ ایشاں را شعورے و توجہے بعالم دنیا نماندہ باشد و تصرفے و تدبیرے در وے نہ چنانکہ دریں عالم نیز از تفاوت حال مجذوباں و متمکناں ظاہر مے گردد و نعم اگر زائران اعتقاد کنند کہ اہل قبور

اور امداد و استمداد کا جو معنی ہیں نے ذکر کیا ہے اگر موجب شرک اور غیر اللہ کی طرف توجہ کو مستلزم ہوتا۔ جیسا کہ منکر کا زعم فاسد ہے تو چاہیے یہ تھا کہ صالحین سے طلب دعاء اور توسل زندگی میں بھی ناجائز ہوتا حالانکہ یہ بجائے ممنوع ہونے کے بالاتفاق جائز اور مستحسن و مستحب ہے۔ اور اگر منکر یہ کہیں کہ موت کے بعد اولیاء اللہ اپنے مرتبے سے معزول ہو جاتے ہیں اور زندگی میں جو فضیلت و کرامت انہیں حاصل تھی وہ باقی نہیں رہی تو اس پر کیا دلیل ہے؟ اور اگر یوں کہیں کہ بعد موت کے وہ ایسی آفات و بلیات میں مبتلا ہو گئے کہ انہیں دعا وغیرہ کی فرصت نہ رہی تو یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور نہ اس پر دلیل ہے کہ اولیاء کے لیے ابتلاء قیامت تک رہتا ہے زیادہ سے زیادہ جو کہا جا سکتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر اہل قبر سے استمداد سود مند نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اولیاء جذب و استغراق کی کیفیت میں ہوں اور عالم لاہوت کے مشاہدہ میں اس طرح منہمک ہوں کہ اس دنیا کے

متصرف و مستبد و قادر اند بے توجہ بحضرت حق و التجا بجانب تعالیٰ چنانکہ عوام و جاہلاں دغافلاں اعتقاد دارند چنانکہ می کنند آنچہ حرام و منہی عنہ است در دین از تقبیل قبر و سجدہ آنرا و نماز بسوئے وے وجز آن ازاں چہ نہی و تحذیر واقع شدہ است ایں اعتقاد و افعال ممنوع و حرام خواہد بود و فعل عوام اعتبار سے ندارد و خارج مبحث است و حاشا از عالم بشریعت و عارف باحکام دین کہ اعتقاد بکند ایں اعتقاد را و ایں فعل را بکند و آنچہ مروی و محکی است از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح اکمل و استفادہ ازاں خارج از حصر است و مذکور است در کتب و رسائل ایشاں و مشہور است میان ایشاں حاجت نیست کہ آنرا ذکر کنیم و شاید کہ منکر و متعصب سود نہ کند اورا کلمات ایشاں عافانا اللہ من ذالک[1]

حالات کی طرف توجہ اور شعور نہ ہے پس اس دنیا میں تصرف نہ کریں جیسا کہ دنیا میں بھی اولیاء اللہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں۔ ہاں اگر اولیاء اللہ کے حق میں زائرین کا یہ اعتقاد ہو کہ وہ مدد کرنے میں مستقل ہیں اور اللہ کی جانب میں توجہ کیے بغیر بطور خود ذاتی قدرت سے امداد کرتے ہیں، جیسے بعض جہلاً کا عقیدہ ہے کہ وہ قبر کو بوسہ دیتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں اور اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں یہ تمام افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ناواقف عوام کے افعال کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور وہ خارج از بحث ہیں اور عارف بشریعت و عالم باحکام دین ان تمام منکرات سے سخت بیزار ہیں اور مشائخ اور اہل کشف سے ارواح کاملہ سے استفادہ کے بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ حصر سے خارج ہے اور ان کی کتابوں میں مشہور اور مذکور ہے۔ حاجت نہیں کہ ہم اس کا ذکر کریں اور ممکن ہے کہ وہ منکر متعصب کو فائدہ نہ دے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس بدعقیدگی سے محفوظ رکھے۔

توسل بعد از وصال کے متعلق علامہ آلوسی کا نظریہ

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

انا لا اری باسا فی التوسل الی اللہ تعالیٰ بجاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حیا ومیتا، ویراد من الجاہ معنی یرجع الی صفۃ من صفاتہ تعالیٰ مثل ان یراد بہ المحبۃ التامۃ المستدعیۃ عدم ردہ وقبول شفاعتہ فیکون معنی قول القائل الٰہی اتوسل بجاہ نبیک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تقضی لی حاجتی الٰہی اجعل محبتک لہ

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور آپ کے وصال کے بعد آپ کی عزت اور وجاہت کے وسیلہ سے اللہ سے دعا کرنے میں، میرے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے، اور آپ کی وجاہت سے یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مراد ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی آپ سے وہ کامل محبت جس کا یہ تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعا کو مسترد نہ کرے اور آپ کی شفاعت کو قبول فرمائے، اور جب کوئی شخص دعا میں کہتا ہے: "اے اللہ!

[1] شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ١٠٥٢ھ، اشعۃ اللمعات ج ٣ ص ٤٠٢-٤٠١، مطبوعہ مطبع تیج کمار لکھنؤ

وسیلۃ فی قضاء حاجتی ولافرق بین ھذا و قولک: الٰھی اتوسل برحمتک ان تفعل کذا اذ معناہ ایضا الٰھی اجعل رحمتک وسیلۃ فی فعل کذا بل لا اری باسا ایضا بالاقسام علی اللہ تعالیٰ بجاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھذا المعنی والکلام فی الحرمۃ کالکلام فی الجاہ ولا یجری ذلک فی التوسل والاقسام بالذات البحت نعم لم یعھد التوسل بالجاہ ــــــــــــ

ـــ والحرمۃ عن احد من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔ ولعل ذلک کان تحاشیا منھم عما یخشی ان یعلق منہ فی اذھان الناس اذ ذاک وھم قریبو عھد بالتوسل بالاصنام شیء ثم اقتدی بھم من خلفھم من الائمۃ الطاھرین وقد ترک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھدم الکعبۃ وتاسیسھا علی قواعد ابراھیم لکون القوم حدیثی عھد بکفر کما ثبت ذلک فی الصحیح وھذا الذی ذکرتہ انما ھو لدفع الحرج من دعوی تضلیلھم کما یزعمہ البعض فی التوسل بجاہ عریض الجاہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا للمیل الی ان الدعاء کذلک افضل من استعمال الادعیۃ الماثورۃ التی جاء بھا الکتاب وصرحت علیہ الصحابۃ الکرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم وتلقاہ من بعدھم بالقبول افضل واجمع وانفع واسلم۔[1]

میں تیرے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت کو پورا فرما" تو اس دعا کا یہ معنی ہے "اے اللہ میں اپنی اس حاجت کے پورا ہونے میں تیری محبت کو وسیلہ بناتا ہوں اور اس دعا میں اور تمہارے اس قول میں کوئی فرق نہیں ہے کہ "اے اللہ میں تیری رحمت کو وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میرا یہ کام کر دے" بلکہ میں یہ کہنا بھی جائز سمجھتا ہوں کہ کوئی شخص یہ کہے کہ "اے اللہ! میں تجھ کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کی قسم دیتا ہوں کہ تو یہ کام کر دے" وجاہت اور حرمت کے ساتھ سوال کرنے میں ایک جیسی بحث ہے۔ توسل اور ذات محض کی قسم دینے میں یہ بحث جاری نہیں ہو گی۔ ہاں وجاہت اور حرمت کے وسیلہ سے دعا کرنا کسی صحابی سے منقول نہیں ہے ـــــــ اور شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ صحابہ وسیلہ کے ساتھ دعا کرنے سے اس لیے اجتناب کرتے تھے کہ لوگوں کے ذہنوں میں کوئی بدعقیدگی جگہ نہ پکڑے، کیونکہ ان کا زمانہ بتوں کے ساتھ توسل کرنے کے قریب تھا، اس کے بعد ائمہ طاہرین نے بھی صحابہ کی اقتدا میں وسیلہ کے ساتھ دعا نہیں کی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کعبہ کی اس وقت کی عمارت کو منہدم کر کے بناء ابراہیم پر اس کو دوبارہ تعمیر کرنا چاہتے تھے۔ لیکن چونکہ آپ کی قوم تازہ تازہ کفر سے نکلی تھی، اس لیے آپ نے فتنہ پیدا ہونے کے خدشہ سے اپنے ارادہ کو ترک کر دیا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے۔ میں نے وجاہت سے توسل اور قسم دینے کا جواز اور اس کی توجیہ اس لیے بیان کی، تاکہ عام مسلمانوں کو اس دعا میں حرج نہ ہو کیونکہ بعض لوگ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وجاہت کے وسیلہ سے دعا کرنے پر گمراہی کا حکم لگانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس تقریر سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس طرح وسیلہ سے دعا کرنا ان دعاؤں سے افضل ہے۔ جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں اور جن دعاؤں پر صحابہ کرام کار بند رہے اور اخیار تابعین نے جس طریقہ کو اپنایا یقیناً دعا کا یہی طریقہ زیادہ اچھا، زیادہ جامع، زیادہ نفع آور اور زیادہ سلامتی والا ہے۔ (البتہ وسیلہ کے ساتھ دعا

[1] ۔ علامہ ابوالفضل سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۶ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت

کرنے کا جائز ہونا ایک الگ بات ہے۔)

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم شیخ وحید الزمان کا نظریہ

شیخ وحید الزمان لکھتے ہیں:

اذا ثبت التوسل بغیر اللہ فای دلیل یخصہ بالاحیاء ولیس فی اثر عمر ما یدل علی منع التوسل بالنبی وھو انما توسل بالعباس لاشراکہ فی الدعاء مع الناس و الانبیاء احیاء فی قبورھم وکذا الشھداء و الصالحون وقد ادعی ابن عطاء علی شیخنا ابن تیمیہ ثم لم یثبت منھا شیئا غیر ھذا انہ یقول لا تجوز الاستعانۃ بمعنی العبادۃ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعم یجوز التوسل بہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد علم عثمان بن حنیف بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلا کان یختلف الی عثمان فلا یلتفت الیہ دعاء وفیہ اللھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی الرحمۃ الی آخرہ اخرجہ البیھقی باسناد متصل ورجالہ ثقات ولیت شعری اذا جاز التوسل الی اللہ بالاعمال الصالحۃ بنص من الکتاب والسنۃ فیقاس علیھا التوسل بالصالحین ایضا قال الجزری فی الحصن فی آداب الدعاء منھا ان یتوسل الی اللہ تعالٰی بالانبیاء والصالحین من عبادہ وورد فی حدیث آخر یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی قال السید انہ حدیث حسن لا موضوع وقد صححہ الترمذی الحافظ وورد فی حدیث الدعاء بمحمد نبیک وبموسٰی

جب دعا میں غیر اللہ کے وسیلہ کا جواز ثابت ہے تو اس کو زندوں کے ساتھ خاص کرنے پر کیا دلیل ہے؟ حضرت عمر نے جو حضرت عباس کے وسیلہ سے دعا کی تھی، وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ممانعت پر دلیل نہیں ہے، انھوں نے حضرت عباس کے وسیلہ سے اس لیے دعا کی تا کہ حضرت عباس کو لوگوں کے ساتھ دعا میں شریک کریں، اور انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، اسی طرح شہداء اور صالحین بھی زندہ ہیں، ابن عطاء نے ہمارے شیخ ابن تیمیہ کے خلاف دعوی کیا پھر اس کے سوا اور کچھ ثابت نہیں کیا کہ بطور عبادت نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے استعانت کرنا جائز نہیں ہے۔ ہاں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عثمان بن حنیف نے اس شخص کو آپ کے وسیلہ سے دعا تعلیم کی جو حضرت عثمان کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اس دعا میں یہ الفاظ تھے: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور ہمارے نبی محمد نبی رحمت کے وسیلہ سے تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس حدیث کو امام بیہقی نے سند متصل کے ساتھ ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے کاش میری عقل ان منکرین کے پاس ہوتی! جب کتاب اور سنت کی تصریح سے اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرنا جائز ہے تو صالحین کے وسیلہ کو بھی اس پر قیاس کیا جائیگا اور امام جزری نے حصن حصین کے آداب دعا میں لکھا ہے کہ اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں انبیاء اور صالحین کا وسیلہ پیش کرنا چاہیے، اور ایک اور حدیث میں ہے: یا محمد! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں، سید نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے موضوع نہیں ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، ایک حدیث میں ہے میں تیرے نبی محمد اور موسٰی

ذکرہ ابن الاثیر فی النہایۃ و الفتنی فی المجمع وروی الحاکم والطبرانی والبیہقی حدیث دعاء آدم وفیہ یارب اسئلک بحق محمد واخرجہ ابن المنذر وفیہ اللهم انی اسئلك بجاہ محمد عندك و کرامتہ علیك قال السبکی یحسن التوسل والاستغاثۃ والتشفع زاد القسطلانی و التضرع والتجوہ والتوجہ بالنبی الی ربہ ولم ینکر ذلك احد من السلف والخلف حتی جاء ابن تیمیۃ فانکرہ (الی قولہ) قال الشوکانی لاباس بالتوسل بنبی من الانبیاء او ولی من الاولیاء اوعالم من العلماء والذی جاء الی القبر زائرا او دعا اللہ وحدہ وتوسل بذلك المیت کان یقول اللهم انی اسئلك ان تشفینی من کذا و اتوسل الیك بھذا العبد الصالح فھذا لاتردد فی جوازہ انتھی[1]

کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں، اس کو علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں اور علامہ طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار میں ذکر کیا ہے، اور امام حاکم امام طبرانی اور امام بیہقی نے ایک حدیث میں حضرت آدم کی اس دعا کو روایت کیا ہے: "اے اللہ! میں تجھ سے بحق محمد سوال کرتا ہوں" اور ابن منذر نے روایت کیا ہے اے اللہ تیرے نزدیک محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی جو وجاہت اور عزت ہے میں اس کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں۔ علامہ سبکی نے کہا ہے کہ وسیلہ پیش کرنا، مدد طلب کرنا اور شفاعت طلب کرنا مستحسن ہے۔ علامہ قسطلانی نے یہ اضافہ کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے اللہ کی طرف متوجہ ہو کر آہ وزاری کرنے کا متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تھا حتیٰ کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے انکار کیا ______ قاضی شوکانی نے کہا کہ انبیاء میں سے کسی نبی، اولیاء میں سے کسی ولی اور علماء میں سے کسی عالم کا بھی وسیلہ پیش کرنا جائز ہے۔ جو شخص قبر پر جا کر زیارت کرے یا فقط اللہ سے دعا کرے اور اس میت کے وسیلہ سے دعا کرے کہ اے اللہ میں تجھ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے فلاں بیماری سے شفاء دے اور میں اس نیک بندے کے وسیلہ سے تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اس دعا کے جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔ قاضی شوکانی کا کلام ختم ہوا۔

توسل بعد از وصال کے متعلق غیر مقلد عالم قاضی شوکانی کا نظریہ

غیر مقلد عالم شیخ مبارکپوری "الدر المنضود" سے قاضی شوکانی کی عبارت نقل کرتے ہیں:

مایوردہ المانعون من التوسل بالانبیاء والصالحین من نحو قولہ تعالٰی ما نعبدھم الالیقربونا الی اللہ زلفی ونحو قولہ تعالٰی فلا تدعوا مع اللہ احدا ونحو قولہ تعالٰی لہ دعوۃ الحق والذین یدعون من دونہ لا یستجیبون لھم لیس بشیء لیس بوارد

انبیاء اور صالحین کے توسل سے منع کرنے والے قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں: "ہم ان کی صرف اس لیے عبادت کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں۔ (زمر: ۳)" "اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت نہ کرو۔ (جن: ۱۸) اسی کو (معبود سمجھ کر) پکارنا برحق ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے ہیں جو ان کو کوئی جواب

[1] نواب وحید الزمان، ہدیۃ المہدی ص ۴۹ - ۴۷، مطبوعہ میور پریس دہلی، ۱۳۲۵ھ

بل هو من الاستدلال بمحل النزاع بما هو اجنبی عنه فان قولهم ما نعبدهم الا لیقربونا الی الله زلفی مصرح بانهم عبدوهم لذلك والمتوسل بالعالم مثلاً لم یعبده بل علم ان له مزیة عند الله بحمله العلم فتوسل به لذلك وكذلك قوله ولا تدعوا مع الله احدا فانه نهی عن ان یدعی مع الله غیره كان یقول بالله و بفلان والمتوسل بالعالم مثلا لم یدع الا الله فانما وقع منه التوسل علیه بعمل صالح بعض عباده كما توسل الثلاثة الذین انطبقت علیهم الصخرة بصالح اعمالهم وكذلك قوله والذین یدعون من دونه الایة فان هؤلاء دعوا من لا یستجیب لهم ولم یدعوا ربهم الذی یستجیب لهم والمتوسل بالعالم مثلا لم یدع الا الله ولم یدع غیره دونه ولا دعا غیره معه[1]

نہیں دے سکتے" (رعد: ۱۴) ان آیات سے استدلال صحیح نہیں ہے. کیونکہ سورۂ زمر کی آیت نمبر ۳ میں یہ تصریح ہے کہ مشرکین بتوں کی عبادت کرتے تھے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس عالم کے علم کی وجہ سے اس کی اللہ کے نزدیک فضیلت اور وجاہت ہے وہ اس وجہ سے اس کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، اسی طرح سورۂ جن کی آیت نمبر ۱۸ میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک کرکے پکارنے (یا عبادت کرنے) سے منع کیا ہے مثلاً کوئی شخص کہے میں اللہ اور فلاں کی عبادت کرتا ہوں، اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور اللہ کے بعض نیک بندوں کے اعمال صالحہ کا وسیلہ پیش کرتا ہے، جیسا کہ ایک غار میں تین شخص تھے اور اس غار کے منہ پر ایک چٹان گر گئی تو انھوں نے اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا کی، اسی طرح سورۂ رعد کی آیت نمبر ۱۴ میں ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو ان لوگوں کو (معبود سمجھ کر) پکارتے تھے جو ان کو کوئی جواب نہیں دے سکتے تھے اور اپنے رب کو نہیں پکارتے تھے جو ان کی دعا قبول کرتا ہے اور جو شخص مثلاً کسی عالم کے وسیلہ سے دعا کرتا ہے، وہ صرف اللہ سے دعا کرتا ہے اور کسی اور سے دعا نہیں کرتا، اللہ کے بغیر نہ اللہ کے ساتھ۔

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست استمداد کے متعلق احادیث

انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست مدد طلب کرنے کی اصل یہ حدیث ہے:

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال: ان لله ملائكة فضلا سوی الحفظة یكتبون ما سقط من ورق الشجر، فاذا اصابت احدكم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کراماً کاتبین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کیے ہیں جو درختوں سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب تم میں سے کسی شخص کو

[1] شیخ عبدالرحمن مبارکپوری متوفی ۱۳۵۲ھ، تحفۃ الاحوذی ج ۴ ص ۲۸۳، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

عرجۃ فی سفر فلیناد اعینوا عباد اللہ رحمکم اللہ۔[1]

سفر میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے "اے اللہ کے بندو تم پر اللہ رحم فرمائے میری مدد کرو۔"

حافظ ابوبکر دینوری معروف بابن السنی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوہ فان للہ عزوجل فی الارض حاضرا یستحبسہ۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی ایک شخص کی سواری ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو اس کو روک لو، اے اللہ کے نیک بندو اس کو روک لو کیونکہ زمین میں اللہ عزوجل کے کچھ روکنے والے ہیں جو اس کو روک لیتے ہیں۔

امام بزار اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ، یکتبون ما یسقط من ورق الشجر، فاذا اصاب احدکم عرجۃ بارض فلاۃ، فلیناد: اعینوا عباد اللہ۔[3]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراما کاتبین کے سوا، اللہ تعالے کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں، جب تم میں سے کسی شخص کو جنگل کی سرزمین میں کوئی مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: اے اللہ کے نیک بندو! میری مدد کرو۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عتبۃ بن غزوان عن نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اضل احدکم شیئاً او اراد عوناً وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی فان للہ عباداً لا نراھم وقد جرب ذلک رواہ الطبرانی ورجالہ وثقوا علی ضعف فی بعضھم الا ان یزید بن علی لم یدرک عتبۃ۔[4]

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص کسی چیز کو گم کر دے در آں حالیکہ وہ کسی اجنبی جگہ پر ہو تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ "اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" کیونکہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جن کو ہم نہیں دیکھتے۔ یہ امر مجرب ہے۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا اور اس کے بعض راویوں کی ضعف کے باوجود ان کی توثیق کی گئی ہے البتہ یزید بن علی نے حضرت عتبہ کو نہیں پایا۔

---

[1] امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ ھ، المصنف ج ۱۰ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۰۷ ھ

[2] حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن السنی متوفی ۳۶۴ ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۶۲، مطبوعہ مطبع مجلس الدائرۃ المعارف حیدرآباد (دکن) ۱۳۱۵ ھ

[3] حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۴ ص ۳۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ ھ

[4] " " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، دار الکتب العربی بیروت، ۱۴۰۲ ھ

عن ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان للہ ملائکۃ فی الارض سوی الحفظۃ یکتبون ما یسقط من ورق الشجر فاذا اصاب احدکم عرجۃ بارض فلاۃ فلیناد اعینوا عباد اللہ ۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کراماً کاتبین کے سوا اللہ کے فرشتے ہیں جو درخت سے گرنے والے پتوں کو لکھ لیتے ہیں جب کسی ویران زمین پر کسی کو مشکل پیش آئے تو وہ یہ ندا کرے: "اے اللہ کے نیک بندو میری مدد کرو"۔

عن عبد اللہ بن مسعود انہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ احبسوا فان للہ حاصرا فی الارض سیحبسہ رواہ ابو یعلی والطبرانی و زاد سیحبسہ علیکم ۔ وفیہ معروف بن حسان وھو ضعیف ۔[2]

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک کی سواری کسی ویران زمین میں بھاگ جائے تو وہ یہ ندا کرے: "اے اللہ کے نیک بندو روک لو اے اللہ کے نیک بندو روک لو اے اللہ کے نیک بندو روک لو کیونکہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے روکنے والے ہیں جو اس کو عنقریب روک لیں گے، اس کو امام ابو یعلی اور طبرانی نے نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ ہے وہ اس کو تمہارے لیے روک لیں گے۔

رجال غیب (ابدال) سے استمداد کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات

علامہ نووی امام ابن السنی کی کتاب سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت حکی لی بعض شیوخنا الکبار فی العلم انہ انفلتت لہ دابۃ اظنھا بغلۃ، وکان یعرف ھذا الحدیث، فقالہ فحبسھا اللہ علیھم فی الحال: وکنت انا مرۃ مع جماعۃ فانفلتت منھا بھیمۃ وعجزوا عنھا فقلتہ فوقفت فی الحال بغیر سبب سوی ھذا الکلام ۔[3]

مجھ سے میرے بعض اساتذہ نے بیان کیا جو بہت بڑے عالم تھے کہ ایک مرتبہ ریگستان میں ان کی سواری بھاگ گئی، ان کو اس حدیث کا علم تھا، انھوں نے یہ کلمات کہے "اے اللہ کے بندو روک لو" اللہ تعالیٰ نے اس سواری کو اسی وقت روک دیا۔ (علامہ نووی فرماتے ہیں:) ایک مرتبہ میں ایک جماعت کے ساتھ سفر میں تھا، اس جماعت کی ایک سواری بھاگ گئی، وہ اس کو روکنے سے عاجز آگئے۔ میں نے یہ کلمات کہے تو بغیر کسی اور سبب کے صرف ان کلمات کی وجہ سے وہ سواری اسی وقت رک گئی۔

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

[2] " " " ، مجمع الزوائد ج ۱۰ ص ۱۳۲، " " " "

[3] علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، کتاب الاذکار ص ۲۰۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، طبع رابع، ۱۴۰۵ھ

ملا علی قاری نے بھی علامہ نووی کی عبارت کو نقل کیا ہے۔ [1]

شیخ شوکانی نے بھی علامہ نووی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔ [2]

ملا علی قاری۔ یا عباد اللہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

المراد بهم الملائكة او المسلمون من الجن او رجال الغيب المسمون بالابدال [3]

"اے اللہ کے بندو!" اس سے مراد فرشتے ہیں یا مسلمان جن یا اس سے مردان غیب مراد ہیں جن کو ابدال کہتے ہیں (یعنی اولیاء اللہ!)

شیخ محمد بن جزری نے حصن حصین میں اس حدیث کو طبرانی، ابو یعلی، ابن السنی، بزار اور ابن ابی شیبہ کے حوالوں سے درج کیا ہے، ان تمام روایات کو درج کرنے کے بعد ملا علی قاری لکھتے ہیں:

قال بعض العلماء الثقات هذا حديث حسن يحتاج اليه المسافرون وروى عن المشائخ انه مجرب۔ [4]

بعض ثقہ علماء نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور مسافروں کو اس کی ضرورت پڑتی ہے، اور مشائخ سے مروی ہے کہ یہ امر مجرب ہے۔

شیخ شوکانی، حضرت ابن عباس کی روایت میں لکھتے ہیں:

قال فی مجمع الزوائد رجاله ثقات وفی الحديث دليل على جواز الاستعانة بمن لا يراهم الانسان من عباد الله من الملائكة وصالحی الجن وليس فی ذلك باس كما يجوز للانسان ان يستعين ببنی آدم اذا عثرت دابته او انفلتت [5]

مجمع الزوائد میں ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں، اس حدیث میں ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر دلیل ہے جو نظر نہ آتے ہوں، جیسے فرشتے اور صالح جن اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ جب سواری کھسک جائے یا بھاگ جائے تو انسانوں سے مدد حاصل کرنا جائز ہے۔

امام ابن اثیر اور حافظ ابن کثیر کے حوالوں سے عہد صحابہ میں ندائے یا محمداہ کا رواج

عہد صحابہ اور تابعین میں مسلمانوں کا یہ شعار تھا کہ وہ شدائد اور ابتلاء کے وقت "یا محمداہ" کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرتے تھے۔

جنگ یمامہ میں جب مسیلمہ کذاب اور مسلمانوں کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی، اس کا نقشہ کھینچنے کے بعد علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

---

[1] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین شرح حصن حصین علی ہامش الدر الغالی ص ۳۷۸ مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

[2] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین بعدۃ الحصن الحصین ص ۱۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

[3] ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، الحرز الثمین علی ہامش الدر الغالی ص ۳۷۸، مطبوعہ المطبعۃ المیریہ مکہ مکرمہ، ۱۳۰۴ھ

[4] 〃 〃 〃 〃 〃، الحرز الثمین علی ہامش الدر الغالی ص ۳۷۹، 〃 〃 〃 〃

[5] شیخ محمد بن علی بن محمد شوکانی متوفی ۱۲۵۰ھ، تحفۃ الذاکرین ص ۱۵۶ - ۱۵۵، مطبوعہ مطبع مصطفی البابی واولادہ مصر، ۱۳۵۰ھ

ثم برز خالد، ودعا الی البراز ونادی بشعارھم وکان شعارھم یامحمداہ فلم یبرز الیہ احد الا قتلہ [1]

پھر حضرت خالد بن ولید نے (دشمن کو) للکارا اور للکارنے والوں کو دعوت (قتال) دی پھر مسلمانوں کے معمول کے مطابق یا محمداہ کہہ کر نعرہ لگایا، پھر وہ جس شخص کو بھی للکارتے اس کو قتل کر دیتے تھے۔

حافظ ابن کثیر بھی جنگ کے اس منظر کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم نادی بشعار المسلمین وکان شعارھم یومئذ یامحمداہ [2]

پھر حضرت خالد نے مسلمانوں کے معمول کے مطابق نعرہ لگایا اور اس زمانہ میں ان کا معمول یا محمداہ کا نعرہ لگانا تھا۔

حافظ ابن اثیر اور ابن کثیر نے یہ تصریح کی ہے کہ عہد صحابہ و تابعین میں شدائد اور ابتلاء کے وقت یا محمداہ کہنے کا معمول تھا، ندائے غائب کے منکرین کے ہاں حافظ ابن کثیر کی بہت پذیرائی ہے۔ اور ان کا یہ لکھنا عہدِ صحابہ و تابعین میں یا محمداہ کہنے کا معمول تھا ان کے خلاف قوی حجت ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے مطالب عالیہ میں ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر عیسیٰ میری قبر پر کھڑے ہو کر "یا محمد" کہیں تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔ اس حوالے کی تفصیل اس کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

ندائے یا محمد اور توسل میں علماء دیوبند کا موقف

شیخ رشید احمد گنگوہی "یا رسول اللہ انظر حالنا، یا نبی اللہ اسمع قالنا" کے جواز یا عدم جواز کی بحث میں لکھتے ہیں:

یہ خود معلوم آپ کو ہے کہ ندا غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سامع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ ان کو مطلع فرما دیوے گا یا باذنہ تعالیٰ انکشاف ان کو ہو جاوے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچا دیویں گے جیسا کہ درود کی نسبت وارد ہے، یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر و حرمان میں ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اسماع ہوتا ہے نہ عقیدہ، پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات و اشعار بزرگان کے ہوتے ہیں کہ فی حد ذاتہ نہ شرک ہیں نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے لہٰذا نہ ایسے اشعار کا پڑھنا منع ہے اور نہ اس کے مؤلف پر طعن ہو سکتا ہے (الی قولہ) مگر ایسی طرح پڑھنا اور پڑھوانا کہ اندیشہ عوام کا ہو بندہ پسند نہیں کرتا گو اس کو معصیت بھی نہیں کہہ سکتا مگر خلاف مصلحت وقت کے جانتا ہے۔ [3]

گویا یا محمد یا رسول اللہ کے نعروں سے علماء دیوبند کا منع کرنا ذاتی ناپسندیدگی کی وجہ سے ہے کوئی حکم شرعی نہیں ہے۔

شیخ گنگوہی سے سوال کیا گیا:

سوال: اشعار اس مضمون کے پڑھنے "یا رسول کبریا فریاد ہے، یا محمد مصطفیٰ فریاد ہے۔ مدد کر بہر خدا حضرت محمد مصطفیٰ، میری تم سے ہر گھڑی فریاد ہے" کیسے ہیں؟

---

[1] امام محمد بن محمد ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت

[2] حافظ عماد الدین ابو الفداء ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۳۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت

[3] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۷۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

جواب: ایسے الفاظ پڑھنے محبت میں اور خلوت میں بایں خیال کہ حق تعالیٰ آپ کی ذات کو مطلع فرما دیوے یا محض محبت سے بلا کسی خیال سے جائز ہیں اور بعقیدہ عالم الغیب اور فریاد رس ہونے کے شرک ہیں اور مجامع میں منع ہیں کہ عوام کے عقائد کو فاسد کرتے ہیں لہٰذا مکروہ ہوں گے۔ [۱]

عام مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب نہیں سمجھتے، عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، البتہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے آپ پر حقائق غیبیہ [س] منکشف ہو جاتے ہیں جس طرح ہم کو ایسی صفت عطا فرمائی ہے جس سے ہم پر عالم شہادت کے واقعات منکشف ہو جاتے ہیں، نہ ہم بذاتہٖ شہادت (عالم ظاہر) کے عالم ہیں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بذاتہٖ غیب کے عالم ہیں، ہم پر اللہ تعالیٰ نے عالم شہادت منکشف کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ عزوجل نے عالم غیب بھی منکشف کیا۔ یہی عام مسلمانوں کا عقیدہ ہے اور شیخ گنگوہی کی تصریح کے مطابق یہ شرک اور معصیت نہیں ہے بلکہ جائز ہے، علماء اہل سنت اپنی تقاریر اور تصانیف میں عوام کو یہ فرق ہمیشہ سے ہر دور میں بتاتے رہے ہیں اور عام مسلمان اس فرق کو جانتے ہیں اس لیے عوام کے جلسوں میں بھی اس قسم کے اشعار پڑھنا جائز ہیں کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک مانتا ہے اور اس کی عبادت بجا لاتا ہے اس کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقل سامع یا مستقل عالم گردانتا ہے! البتہ ذاتی ناپسندیدگی کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔

شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اور اولیاء کی نسبت بھی یہ عقیدہ ایمان ہے کہ حق تعالیٰ جس وقت چاہے ان کو علم و تصرف دیوے اور عین حالت تصرف میں حق تعالیٰ ہی متصرف ہے، اولیاء ظاہر میں متصرف ہی معلوم ہوتے ہیں۔ عین حالت کرامت و تصرف میں حق تعالیٰ ہی ان کے واسطے سے کچھ کرتا ہے۔ [۲]

شیخ محمود الحسن ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ [۳]

شیخ رشید احمد گنگوہی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ: دعا میں بحق رسول و ولی اللہ کہنا ثابت ہے یا نہیں، بعض فقہاء و محدثین منع کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟

جواب: بحق فلاں کہنا درست ہے اور معنی یہ ہیں کہ جو تو نے اپنے احسان سے وعدہ فرما لیا ہے اس کے ذریعہ سے مانگتا ہوں مگر معتزلہ اور شیعہ کے نزدیک حق تعالیٰ پر حق لازم ہے اور وہ بحق فلاں کے یہی معنی مراد رکھتے ہیں، سو اس واسطے معنی موہم

س۔ آپ کو تمام حقائق غیبیہ کا علم نہیں، البتہ تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے تمام مخلوق کا علم آپ کے سامنے ایسا ہے جیسا قطرہ سمندر کے سامنے ہو اور اللہ عزوجل کے علوم غیر متناہیہ کے مقابلہ میں آپ کے علم کی وہ نسبت بھی نہیں ہے جو قطرہ کی سمندر کے مقابلہ میں ہے۔

۱۔ شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۹۵، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

۲۔ ″ ″ ″ ″ ، فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۴۹،

۳۔ شیخ محمود الحسن متوفی ۱۳۳۹، حاشیۃ القرآن الحکیم ص ۲، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

اور مشابہ معتزلہ ہو گئے تھے لہٰذا فقہاء نے اس لفظ کا بولنا منع کر دیا ہے تو بہتر ہے کہ ایسا لفظ نہ کہے جو رافضیوں کے ساتھ تشابہ ہو جاوے فقط۔ [1]

شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

یہاں ہم صرف المہند کی عبارت پر اکتفاء کرتے ہیں جو علماء دیوبند کے نزدیک ایک اجماعی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے:

جواب: ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و اولیاء و صدیقین کا توسل جائز ہے، ان کی حیات میں یا بعد وفات کے بایں طور کہے کہ یا اللہ میں بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت اور حاجت برائی چاہتا ہوں، اسی جیسے اور کلمات کہے چنانچہ اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ہمارے شیخ مولانا شیخ محمد اسحاق دہلوی ثم المکی نے پھر مولانا رشید احمد گنگوہی نے بھی اپنے فتاویٰ میں اس کو بیان فرمایا ہے جو چھپا ہوا آج کل لوگوں کے ہاتھ میں موجود ہے اور یہ مسئلہ اس کی پہلی جلد کے صفحہ نمبر ۹۳ پر مذکور ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے (انتہی المہند ص ۱۲، ۱۳)۔ [2]

شیخ اشرف علی تھانوی، امام طبرانی اور امام بیہقی کے حوالوں سے حضرت عثمان بن حنیف کی روایت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(ف) اس سے توسل بعد الوفات بھی ثابت ہوا اور علاوہ ثبوت بالروایۃ کے درایۃً بھی ثابت ہے کیونکہ روایت اول کے ذیل میں جو توسل کا حاصل بیان کیا گیا ہے وہ دونوں حالتوں میں مشترک ہے۔ [3]

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے زمانہ میں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر بارش کی دعا کے لیے درخواست کی تھی اس کے متعلق شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں، اور حافظ ابن کثیر، حافظ ابن حجر اور علامہ سمہودی وغیرہ اس روایت کو صحیح کہتے ہیں امام ابن جریر اور حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۷ھ اور ۱۸ھ کی ابتداء کا ہے، (تاریخ طبری ج ۴ ص ۹۸، البدایۃ النہایۃ ج ۷، ص ۹۱) اور مورخ عبدالرحمان بن محمد بن خلدون (المتوفی ۸۰۸ھ) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۸ھ کا ہے (ابن خلدون ج ۲ ص ۹۲۹)

یہ واقعہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے تقریباً سات آٹھ سال بعد پیش آیا اس وقت بکثرت حضرات صحابہ کرام موجود تھے۔ خواب دیکھنے والے کوئی مجہول شخص نہیں تھے، بلکہ جلیل القدر صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی (المتوفی ۶۰ھ) رضی اللہ عنہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہو کر طلب دعا اور سوال شفاعت شرک نہیں ورنہ یہ جلیل القدر صحابی یہ کارروائی ہرگز نہ کرتے۔

یہ معاملہ نرے خواب کا نہیں ہے بلکہ اس سچے خواب کو خلیفہ راشد حضرت عمر کی تائید و تصویب حاصل ہے اور اس کارروائی کا حکم پہلے تو علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین کے تحت سنیت کا ہوگا ورنہ استحباب اور اقل درجہ جواز سے کیا کم ہوگا۔

---

[1] شیخ رشید احمد گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۴، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی

[2] شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۴۱۳، مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

[3] شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۲۵۲، مطبوعہ تاج کمپنی کراچی

یہ واقعہ حضرت عمر نے جب دیگر حضرات صحابہ کرام سے بیان فرمایا تو انھوں نے صدق بلال فرما کر اس کی پر زور تائید و تصدیق کی لہٰذا اس واقعہ کو نرا خواب یا اعرابی اور جنگلی کا قصہ تصور کر کے گلو خلاصی چاہنا یا جلیل القدر اور معروف و مشہور صحابی کو مجہول العین والحال کہنا دین سے خالص تمسخر اور تلعب ہے، حضرات صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنا بمضمون حدیث ما انا علیہ واصحابی باعث نجات اور رشد و فلاح ہے۔ [۱]

نیز شیخ محمد سرفراز خاں صفدر لکھتے ہیں:

علاوہ ازیں متعدد کتابوں میں آپ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر طلب دعا کا تذکرہ ہے، چنانچہ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ ایک جماعت نے عتبی سے یہ مشہور حکایت نقل کی ہے جس جماعت میں شیخ ابو منصور الصباغ بھی ہیں انھوں نے اپنی کتاب الشامل میں بیان کیا ہے کہ عتبی فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ہے" اور اگر بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا تیرے پاس آتے پس وہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور ان کے لیے رسول بھی اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا تو وہ ضرور اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے اس لیے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگنے کے لیے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ہاں سفارشی پیش کرنے آیا ہوں: اس کے بعد اس نے درد دل سے چند اشعار پڑھے اور جذبہ محبت کے پھول نچھاور کر کے چلا گیا، اور اسی واقعہ کے آخر میں مذکور ہے کہ خواب میں اس کو کامیابی کی بشارت بھی مل گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عتبی جا کہ اس اعرابی سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ا ص ۵۲۰) یہ واقعہ امام نووی نے کتاب الاذکار ص ۱۸۵ طبع مصر میں اور علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی الحنفی المتوفی ۷۱۰ھ نے اپنی تفسیر مدارک ج ا ص ۳۹۹ میں اور علامہ تقی الدین سبکی نے شفاء السقام ص ۴۶ میں اور شیخ عبدالحق نے جذب القلوب ص ۱۹۵ میں اور علامہ بحر العلوم عبدالعلی نے رسائل الارکان ص ۳۸۰ طبع لکھنؤ میں نقل کیا ہے اور علامہ علی بن عبدالکافی السبکی اور علامہ سمہودی لکھتے ہیں کہ:

عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اسی طرح دیگر متعدد علماء کرام نے قدیماً و حدیثاً اس کو نقل کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب میں بسند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا کہ یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل فرمائی جس میں ارشاد ہے ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما اور میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے الخ اور اس محمد بن حرب کی وفات ۲۲۸ھ میں ہوئی ہے، اھ غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں لہذا حجت ہو گیا (نشر الطیب ص ۲۵۴) اور حضرت مولانا نانوتوی یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: "کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لیے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار

---

[۱]. شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۳۵۲ - ۳۴۹، ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

کرنا اور کرانا جب ہی متصور ہے کہ قبر میں زندہ ہوں اھ (آب حیات ص ۴۰) اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے آخر میں لکھتے ہیں کہ: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی باقی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱ ص ۳۳۰) ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے، بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے (شفاء السقام ص ۱۲۸) اور خیر القرون میں یہ کارروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضر ہو کر دعا کی درخواست کرنے کو ناجائز ثابت کرنے کے لیے شیخ ابن تیمیہ، شیخ ابن قیم اور شیخ ابن الهادی وغیرہم کی ایک یہ دلیل ہے کہ حضرات صحابہ کرام، ائمہ دین اور سلف صالحین سے ایسی کارروائی ثابت نہیں اگر یہ جائز ہوتی تو وہ ضرور ایسا کرتے۔ اس کے جواب میں شیخ محمد سرفراز خان صفدر لکھتے ہیں:

یہ ان حضرات کا ایک علمی مغالطہ ہے کیونکہ قبر کے پاس حاضر ہو کر سفارش کرانا اور طلب دعا، نہ تو فرض و واجب ہے اور نہ سنت مؤکدہ، تاکہ یہ حضرات اس پر خواہ مخواہ ضرور عمل کر کے دکھاتے اور اس کارروائی کے نہ کرنے پر وہ ملامت کیے جاتے اس کارروائی کے مقر اس کو صرف جائز ہی کہتے ہیں اور جواز کے اثبات کے لیے حضرت بلال بن الحارث کا یہ فعل جس کی حضرت عمر اور دیگر حضرات صحابہ کرام نے تائید کی ہے کیا کم ہے؟ اگر حضرت ابن عمر صحابی ہیں جنہوں نے ایسا نہیں کیا تو یقین جانیے کہ حضرت بلال بن الحارث اور ان کی اس کارروائی کے مصدقین بھی صحابہ ہی ہیں، اگرچہ حافظ ابن تیمیہ یہ کارروائی تسلیم نہیں کرتے لیکن اس کا اقرار کرتے ہیں کہ یہ کارروائی بعض متاخرین سے ثابت ہے (محصلہ قاعدہ جلیلہ ص ۲۷)۔ [۲]

خلاصہ یہ ہے کہ تمام اکابر اور اصاغر علماء دیوبند کے نزدیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مقربین کے وسیلہ سے دعا کرنا اور ان سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے، بلکہ سنت اور مستحب ہے، اور ہم بھی اس سے زیادہ نہیں کہتے

ندائے غیر اللہ اور توسل کے متعلق مصنف کا موقف

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد کے متعلق جو ہم نے احادیث اور فقہاء اسلام کی عبارات نقل کی ہیں اس سے ہمارا صرف یہ منشاء ہے کہ عام مسلمان جو شدائد اور ابتلاء میں یا رسول اللہ اور یا غوث کہہ کر پکارتے ہیں ان کا یہ پکارنا شرک نہیں ہے اور اس ندا کو شرک کہنا شدید ظلم اور زیادتی ہے کیونکہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت غوث اعظم قدس سرہٗ کو بہرحال اللہ کی مخلوق اور اس کا مقرب بندہ گردانتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقی کارساز صرف اللہ تعالیٰ ہے اور انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کا ہر فعل اور ہر تصرف اللہ تعالیٰ کے اذن اس کی مشیت اور اس کی دی ہوئی قدرت کے تابع ہے، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام ہوں یا عام انسان، اس کائنات میں جس سے بھی جو فعل صادر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے صادر ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی انسان کو کسی شے پر ذرہ برابر بھی قدرت نہیں ہے، اور اس اعتقاد کے ساتھ ندائے غیر اللہ کو علماء دیوبند بھی جائز کہتے ہیں، جیسا کہ شیخ گنگوہی کے حوالے سے گذر چکا ہے۔

---

[۱] ۔ شیخ محمد سرفراز خان صفدر گکھڑوی، تسکین الصدور ص ۳۶۵-۳۶۲، ملخصاً مطبوعہ ادارہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

[۲] ۔ 〃 〃 〃 تسکین الصدور ص ۳۵۴، 〃 〃 〃

اس اعتقاد کے ساتھ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد اور استغاثہ کرنا ہر چند کہ جائز ہے لیکن افضل احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ ہر حال میں اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال کنت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما فقال یا غلام انی اعلمک کلمات احفظ اللہ یحفظک احفظ اللہ تجدہ تجاھک اذا سالت فاسئل اللہ و اذا استعنت فاستعن باللہ واعلم ان الامۃ لو اجتمعت علی ان ینفعوک بشیء لم ینفعوک الا بشیء قد کتبہ اللہ لک وان اجتمعوا علی ان یضروک لم یضروک الا بشیء قد کتبہ اللہ رفعت الاقلام وجفت الصحف ھذا حدیث حسن صحیح [1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دن ایک سواری پر نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا، آپ نے فرمایا: اے بیٹے! میں تم کو چند باتوں کی تعلیم دیتا ہوں، تم اللہ کو یاد رکھو، اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا، تم اللہ کو یاد رکھو تم اللہ کو سامنے پاؤ گے جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب تم مدد طلب کرو تو اللہ سے مدد طلب کرو اور جان لو کہ اگر تمام امت تم کو نفع پہنچانے کے لیے جمع ہو جائے تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نفع پہنچا سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے پہلے تمہارے لیے لکھ دیا ہے۔ اگر تمام لوگ تم کو نقصان پہنچانے کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ تم کو صرف اسی چیز کا نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے لکھ دیا ہے، قلم اٹھا لیے گئے ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس حدیث کو امام ابویعلی،[2] امام ابن سنی[3] اور امام ابن عبدالبر[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم اور تلقین کے پیش نظر مسلمانوں کو چاہیے اللہ تعالیٰ سے سوال کریں اور اسی سے مدد چاہیں، اور دعا میں مستحسن طریقہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگیں، زیادہ محفوظ اور زیادہ سلامتی اس میں ہے کہ وہ دعائیں مانگی جائیں جو قرآن مجید اور احادیث میں مذکور ہیں تاکہ دعاؤں میں بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت سایہ افگن رہے اگر کسی خاص حاجت میں دعا مانگنی ہو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے دعا مانگنی چاہیے۔

ہمارے فاضل معاصر علامہ محمد عبدالحکیم صاحب شرف لکھتے ہیں:

البتہ یہ ظاہر ہے کہ جب حقیقی حاجت روا، مشکل کشا اور کارساز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے تو احسن اور اولیٰ یہی ہے کہ اسی سے

---

[1] امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ٢٧٩ھ، جامع ترمذی ص ٣٦١، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[2] امام ابویعلیٰ احمد بن علی بن المثنیٰ الموصلی متوفی ٣٠٧ھ، مسند ابویعلیٰ موصلی ج ٣ ص ٨٥-٨٤، مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت، ١٤٠٨ھ

[3] حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق دینوری المعروف بابن سنی متوفی ٣٦٤ھ، عمل الیوم واللیلۃ ص ١٢٧، مطبوعہ مطبع مجلس الدائرۃ المعارف دکن ١٣١٥ھ

[4] حافظ ابوعمرو ابن عبدالبر مالکی متوفی ٤٦٣ھ، تمہید ج ٤ ص ١١١، مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور، ١٤٠٤ھ

مانگا جائے اور اسی سے درخواست کی جائے اور انبیاء اولیاء کا وسیلہ اس کی بارگاہ میں پیش کیا جائے، کیونکہ حقیقت حقیقت ہے اور مجاز، مجاز ہے، یا بارگاہ انبیاء و اولیاء سے درخواست کی جائے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کریں کہ ہماری مشکلیں آسان فرما دے اور حاجتیں بر لائے۔ اس طرح کسی کو غلط فہمی بھی پیدا نہیں ہوگی اور اختلافات کی خلیج بھی زیادہ وسیع نہیں ہوگی۔[1]
خلاصہ یہ ہے کہ نداء غیر اللہ اعتقاد مذکور کے ساتھ ہر چند کہ جائز ہے، لیکن افضل، اولیٰ اور احسن یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کیا جائے اور اسی سے استمداد اور استعانت کی جائے جیسا کہ حدیث مذکور کا تقاضا ہے۔

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام سے استمداد، نداء اور توسل کے متعلق میں نے بہت طویل بحث کی ہے، کیونکہ ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں جانبین سے غلو کیا جاتا ہے، شیخ ابن تیمیہ، ابن القیم اور ابن الہادی کے پیروکار اور علماء نجد غیر اللہ سے استمداد اور وصال کے بعد ان کے توسل سے دعا مانگنے کو ناجائز اور شرک کہتے ہیں اور بعض غالی اور ان پڑھ عوام اللہ سے دعا مانگنے کے بجائے ہر معاملہ میں غیر اللہ کی دہائی دیتے ہیں، انھی کو پکارتے ہیں اور انھی کی نذر مانتے ہیں، سو میں نے چاہا کہ قرآن مجید، احادیث صحیحہ، آثار صحابہ اور فقہاء اسلام کی عبارات کی روشنی میں حق کو واضح کر دوں، تاکہ بلاوجہ کسی مسلمان کو مشرک کہا جائے نہ اللہ تعالیٰ سے دعا اور استعانت کا رابطہ منقطع کیا جائے اور نہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی تعظیم و تکریم میں کوئی کمی کی جائے۔

الہ العلمین! ان سطور میں اثر آفرینی پیدا فرما، اور جانبین سے غلو کرنے والوں کو اعتدال کی راہ اور صراط مستقیم پر گامزن فرما، مجھے اس کتاب کے مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرما، اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، اس کتاب کو میری بخشش کا ذریعہ بنا دے اور اس کو میرے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین۔

بَابُ ٨٩٩ صِلَةِ اَصْدِقَاءِ الْاَبِ وَ الْاُمِّ وَ نَحْوِهِمَا

والدین کے دوستوں سے نیکی کرنے کا بیان

٦٣٩٠۔ حَدَّثَنِیْ اَبُوالطَّاهِرِ اَحْمَدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْحٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ وَهْبٍ اَخْبَرَنِیْ سَعِيْدُ بْنُ اَبِیْ اَيُّوْبَ عَنِ الْوَلِيْدِ بْنِ اَبِی الْوَلِيْدِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَعْرَابِ لَقِيَهٗ بِطَرِيْقِ مَكَّةَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ عَبْدُ اللّٰهِ وَحَمَلَهٗ عَلٰى حِمَارٍ كَانَ يَرْكَبُهٗ وَاَعْطَاهُ عِمَامَةً كَانَتْ عَلٰى رَاْسِهٖ فَقَالَ ابْنُ دِيْنَارٍ فَقُلْنَا لَهٗ اَصْلَحَكَ اللّٰهُ اِنَّهُمُ الْاَعْرَابُ وَاِنَّهُمْ يَرْضَوْنَ بِالْيَسِيْرِ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ اِنَّ اَبَا هٰذَا كَانَ وُدًّا لِعُمَرَ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو مکہ مکرمہ کے راستہ میں ایک دیہاتی ملا، حضرت عبد اللہ نے اس کو سلام کیا، اور جس گدھے پر خود سوار تھے اس دیہاتی کو بھی اس پر سوار کر لیا، اور اپنے سر سے عمامہ اتار کر اس کو عطا کر دیا، ابن دینار کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، یہ دیہاتی لوگ ہیں یہ معمولی چیز سے بھی راضی ہو جاتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا اس شخص کا باپ حضرت عمر بن الخطاب کا دوست تھا، اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ کوئی

[1] علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی، ندائے یا رسول اللہ ص ١٢، مطبوعہ مرکزی مجلس رضا لاہور، ١٤٠٥ھ